ڈسٹرکٹ نمبر ایل ۶۷

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بدر

ہفت روزہ قادیان

جلد ۱۲ — شمارہ ۱۸

ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری

نائب فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ ۱۰/- روپے
ششماہی ۶/- ”
ممالک غیر ۸/۵۰ ”
فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۱۶ ہجرت ۱۳۴۲ ہش | ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۸۲ ہجری | ۱۶ مئی ۱۹۶۳ء

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۱ مئی بوقت ۸½ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی رپورٹ مظہر ہے کہ مورخہ ۹/۵/۶۳ کو عصر کے بعد شدید بے چینی کی تکلیف ہو گئی۔ حضور کی اس شدید بے چینی کا باعث غالباً حضور کی یہ پریشانی اور فکر بہت زیادہ رہی کہ حکومت مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ضبط کر لیا ہے۔ حضور نے صاحبزادہ صاحب کے سامنے بار بار انتہائی بے چینی اور غیرت کا اظہار فرمایا اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ جماعت اس بارہ میں کیا کر رہی ہے۔

کل دن بھر حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی البتہ کچھ ضعف رہا مگر شام کے وقت ایک روز پہلے کی طرح بے چینی کی تکلیف زیادہ ہو گئی اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۱۴ مئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال پاکستان سے عنقریب واپس تشریف لانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخیریت سے واپس لائے اور سفر میں سب کا حامی و ناصر رہے۔ آمین۔

مطالعہ قدرت

سائنسی ایجادات فطرت کی نقالی ہے!

(۱)

(از مکرم حنیف ہاشمی صاحب بی۔ اے۔ ربوہ)

اگرچہ سائنس کی ترقی کا زمانہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے اور موجودہ دور میں آکر ایٹمی اور خلائی ایجادات اور انکشافات نے انسان کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا ہے لیکن خود سائنسدان تسلیم کرتے ہیں کہ بنیادی ارتقاء کے لحاظ سے اس زمین اور کائنات کی پیدائش آج سے تقریباً دو ارب سال پیشتر ہو چکی تھی۔ اور مظاہر فطرت نے اپنی مشینری بحالی تمام چلا دی تھی۔ گویا انسانی ہاتھوں اور دماغ نے جن ایجادات و انکشافات کو آج جنم دیا ہے۔ خالق باری تعالیٰ نے کروڑوں برس پہلے ہی انسان و حیوان اور نباتات و جمادات و انکشافات کی تخلیق کے وقت وہ استعدادیں اور صلاحیتیں اُن میں ودیعت کر دی تھیں۔ سائنس خود مانتی ہے کہ جمہور ہر کمپنی ایجاد و انکشاف محض فطرت میں موجود میکانکی حرکت اور کاریگری کی ہی نقل ہے۔ بلکہ انسانی صنعت تخلیق ربانی کی ایک غیر مکمل اور بے جسم سی نقل ہے۔ کیونکہ مقابلتہً انفرادی لحاظ سے فطرت کی کاریگری زیادہ کارآمد اور مبرا من النقص ہے۔ دنیا بھر کے سائنسدان جو استغناء اب اس امر پر متفق ہوتے جا رہے ہیں۔ کہ وہ فطرت کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ وہ فطرت خداوندی کے سربستہ رازوں کو معلوم کرنے اور باقاعدہ ایک مضمون سائنس (Science) کی صورت میں انہیں زیر مطالعہ لانے اور اس کی نقل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ اس لئے انداز سائنس کو بائیونکس (Bionics) نام دیا گیا ہے یعنی زندہ مخلوقات کا مطالعہ اس رنگ میں کرنا جس سے انجینئرنگ اور مشینری کے اصول وضع ہو سکیں۔ ان سائنس دانوں کے نزدیک یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ کہ انسان خواہ کوئی ایجاد کرے۔ اللہ تعالیٰ کی فطرت کے مظاہر میں اس کی مثال نہایت احسن طریق اور کارآمد طرز میں موجود ہے سرکام اور حرکت جو ایک مشین یا مشینی آلہ کر سکتی ہے۔ چرندوں، پرندوں درندوں حشرات، نباتات اور جمادات کے اندر اس سے بہتر صورت میں بجا لانے کی صلاحیت موجود ہے۔

میں اپنی بات واضح کرنے کے لئے چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے یہ بھی ثابت ہو گا کہ خدا تعالیٰ نہ صرف خالق باری ہی ہے۔ بلکہ احسن الخالقین اور صنیع الصانعین بھی ہے۔

مثلاً مینڈک کی آنکھ کو ہی لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ مینڈک صرف زندہ کیڑے ہی کھاتا ہے۔ اس کی آنکھ صرف متحرک مکھی یا پروانے کو ہی دیکھ پا سکتی ہے۔ جسے وہ اپنی مدد شاخہ زبان سے جھٹ گرفت کر جاتا ہے۔ آپ مینڈک کے ارد گرد مردہ یعنی غیر متحرک مکھیوں کا ڈھیر لگا دیجئے اسکو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ کوئی چیز موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مینڈک کی آنکھ اپنے دماغ کو مردہ مکھی کی خبر نہیں پہنچاتی بلکہ اسے زندہ رہنے کے لئے صرف متحرک مکھی کی ضرورت ہے پس سائنسی نقطہ نگاہ سے۔ ہم کہہ سکتے ہیں مینڈک کی آنکھ ایسی پُر اسرار کیفیت کی حامل ہے جو صرف اُس چیز اور ضرورت کی چیز کو اخذ کرتی ہے جو اُس کی مطلوب یا غذا ہے اور اُس کو نظر انداز کرتی ہے جو اُس کے غیر مطلوب یا غیر ضروری ہے۔ سائنس نے مینڈک کی آنکھ سے ”نقشہ پڑھنے“ (map reading) کا علم سیکھا ہے۔ ہزاروں یا ہیئت ہوائی جہاز ہزاروں فٹ کی بلندی سے شہاب ثاقب، بادلوں، پرندوں اور دیگر ہوائی جہازوں کو چھوڑ کر صرف خاص خاص کارآمد چیزوں کو تلاش کرتا ہے۔ پھر زمین کی وسعتوں میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہوائی جہازوں کی آمد و رفت سے الگ ہو کر ہوائی جہاز وغیرہ کو چھوڑ کر صرف خاص خاص کارآمد چیزوں کو تلاش کرتا ہے۔ پھر زمین کی وسعتوں میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہوائی جہازوں کی آمد و رفت سے الگ ہو کر ہوائی بندرگاہوں پر اترنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے خود کار راڈار سکوپ کی ایجاد مینڈک کی آنکھ کی نقل ہے۔

ایسی دوسری مثالیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فطرت میں کسی خاص مقصد کے حصول کے لئے مخصوص قسم کے اعضاء موجود ہیں کثرت سے مل سکتی ہیں۔

چمگادڑ اپنی پرواز کے دوران جس اندھا دھند تیزی اور سلاست سے کام لیتی ہے۔ کوئی انسانی ایجاد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ پرواز کے وقت اپنے راستے میں آنے والی اشیاء کو اپنی ہی بیس ہزار انگشت سے محسوس کر لیتی ہے اور ان سے ٹکرائے بغیر اپنا راستہ قائم رکھتی ہے۔ اس کی خاص چیخ اور آواز اور اصوات (Ultrasonic Sounds) ہوتی ہیں۔ چمگادڑ کو آپ اندھا کر کے اندھیرے کمرے میں چھوڑ دیں جس کے اندر تاروں کا جال بچھا ہو وہ بغیر کسی نقصان کے پرواز کرتی رہے گی۔ اس سے بڑھ کر ”راڈار“ کی شاندار کس ایجاد میں ہے

رات کے اندھیرے میں گھنٹی بجانے والا سانپ (Rattle Snake) اپنے لئے تازہ اور گرم خون والے شکار کی تلاش میں اپنے سر کے اندر موجود ”تحت احمر شعاعوں“ کی حس (Infra-red Rays) نمایاں رکھتا ہے۔ یہ حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ وہ اسے حرارت کے ہزارویں حصے کی تبدیلی کا پتہ دے دیتی ہے۔ سائنس دانوں کو اس حس سے دلچسپی ہے اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ اس کے اس ہتھیار میکانکی راز کو عملی شکل دے سکیں۔ مصنوعی سیاروں اور میزائلوں کا اُن کے اڈے پر ہی کھوج لگا لینے کے لئے ”ماوراء احمر شعاعی آلات“ (Infra-red) ابھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکے مگر فطرت نے کروڑوں برس سے اس کا مظاہرہ پیش کر دیا ہوا ہے۔

(باقی آئندہ)

دنیا بھر کے سائنسدان اب اس امر پر متفق ہوتے جا رہے ہیں کہ وہ فطرت کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ وہ فطرت خداوندی کے سربستہ رازوں کو معلوم کرنے اور باقاعدہ ایک مضمون (سائنس) کی صورت میں اُسے زیر مطالعہ لانے اور اس کو نقل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ اس لئے انداز فکر پر مبنی سائنس کو بائیونکس کا نام دیا گیا ہے یعنی زندہ مخلوقات کا مطالعہ اس رنگ میں کرنا جس سے انجینئرنگ اور مشینری کے اصول وضع ہو سکیں۔

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ساماآرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہمارا اخبار

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی)

یہ خبر دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں دکھ اور افسوس کے ساتھ سنی گئی ہوگی۔ کہ مسیح پاک علیہ السلام کے مولد و مدفن سے اس اندھیری دنیا میں ہر ہفتہ ہدایت کا جو ایک چراغ جلایا جاتا ہے۔ وہ محض مالی تنگی کے باعث ۲ ہفتے روشن نہ کیا جا سکا۔

یہ چند سطریں جو میں نے ابھی لکھی ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنے دکھ اور تکلیف کے ساتھ لکھی ہیں۔ ہماری تحریک اور تنظیم جو اقصائے عالم میں ایک مثالی رتبہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کے دائمی مرکز سے محض مالی تنگی کے باعث ایک ہفتہ وار اخبار کی اشاعت میں روک پیدا ہو جانا نبض ہستی کے رک جانے سے کم نہیں۔ دل کی حرکت میں ذرا خلل پیدا ہو جائے تو فوراً سارا جسم متاثر ہو جاتا ہے۔ اخبار جو قوم کی جان ہے اور جس سے قوم کے مذہبی تعلیمی اور سیاسی موقف کی تشریح ہوتی رہتی ہے۔ اگر اس کی اشاعت میں خلل واقع ہو جائے تو اس سے جماعت کی حیثیت ترکیبی کا متاثر ہونا ضروری ہے۔

دورِ صحافت وہ قوم جس کے ایک سے زیادہ اخبار ہیں۔ اگر اس کے کسی ایک اخبار کی اشاعت میں چند دنوں کے لئے التواء ہو جائے تو یہ قابل برداشت ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ قوم جس کا ہندوستان جیسے برصغیر میں صرف ایک ہفتہ وار مرکزی اخبار ہو ساڑھے بارہ لاکھ مربع میل کے رقبے اور ۴۴ کروڑ کی آبادی میں ایک ہی ترجمان ہو تازہ واقعات پر رائے زنی اور جماعت کی حقیقی پالیسی رائج کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہو۔ اگر اس کی اشاعت میں بھی روک پیدا ہو جائے تو وہ اس قوم کے صحت مند ہونے کی دلیل نہیں۔ آج کل ہر قوم کا ایک بڑا طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہے۔ جو اپنے علمی و ادبی ذوق انتقادی دنیا کی شعور اور مذہبی و اخلاقی بصیرت زندہ رکھنے کے لئے محض اخبار ہی پر قناعت کرتا ہے۔ اس مصروف و مشغول دنیا میں جہاں دولت مند کو فکر دولت مفلس کو فکر معاش اور قسامِ ازل قوم کو فکر قیادت اطمینان کی سانس لینے نہیں دیتی۔ اس ماحول میں اخبار کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ آج ہر شہری یہ چاہتا ہے کہ صبح کو تھوڑا سا جو فرصت کا وقت ملتا ہے اس میں ان کے سامنے ایک ایسا اخبار پیش کیا جائے۔ جس کا وہ تھوڑے سے وقت میں مطالعہ کر سکے۔ اور کم سے کم تردد کے بغیر الم‌حالات سے آگاہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ آجکل بڑے سے بڑے شہروں میں اکثر

مشہور اخباروں کی روزانہ دو دو اشاعتیں نکلتی ہیں۔ صبح کی اور شام کی۔ تا آدمی کام پر جاتے وقت اور کام سے فارغ ہوتے وقت تھوڑی دیر کے لئے اخبارات ہاتھوں میں لے اور ضروری معلومات حاصل کرلے۔

احمدیہ پریس کی ضرورت جماعتہائے احمدیہ کیلئے اس دور میں ہندوستان کے مقدس مرکز سے ہفتے میں صرف ایک ہی اخبار کا نکلنا۔ اور اس کی اشاعت میں بھی تعویق ہو جاتی۔ کیا ہماری غفلت و بے حسی کا ثبوت نہیں۔

ہماری شاندار تنظیم کا تقاضا تو یہ تھا کہ مرکز میں ہمارا ایک زبردست پریس ہوتا۔ جس سے متعدد روزنامے۔ ہفت روزہ اور ماہانہ جریدے اور رسالے نکلتے۔ اس دور میں تبلیغ و اشاعت کا سب سے کامیاب ذریعہ اخبار ہے۔ اور اخبار و پریس کے معاملے میں سرزمین ہندوستان کو ایشیا بھر میں ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ ہمارے دستور میں اخبار سنبھالنے کی آبادی و بھی گنجائش ہے جس سے ہم اخبار کے ذریعہ پورے طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

الحکم اور ریویو وغیرہ قومی زندگی میں اخبار کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جلیل القدر اصحاب کی سیرت سے معلوم کر سکتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے لئے دو اخبار جاری کئے گئے۔ الحکم اور البدر ان دونوں اخباروں کو آپ کی سرپرستی و نگرانی کا شرف

حاصل تھا۔ یہ دونوں اخبار آپ کے دعاوی کی تائید۔ جماعتی تنظیم اور قومی تربیت میں پیش پیش ہو کر حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ انہیں اپنے دو بازو کہا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کی زندگی میں جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان سے دو رسالے بھی جاری کئے گئے۔ ریویو آف ریلیجنز اور تشحیذ الاذہان ان دونوں کو بھی آپ کی رضا و خوشنودی حاصل تھی۔ ریویو میں تو اکثر آپ مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔ ان اخباروں اور رسالوں نے جماعت احمدیہ کی تشکیل و تعمیر میں جتنا نمایاں حصہ لیا۔ وہ پوشیدہ نہیں۔ اس وقت اس نو مولود جماعت کی زبان کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے زور مضامین اور قوت تنقید نے مذہبی دنیا میں ہلچل مچا دی۔ بہت سے مولوی اہل سیاست کو بھی کاروبار آمد و شعور عطا کیا اگر

یہ صحیح ہے کہ قلعوں کی حفاظت توپوں سے ہوتی ہے تو جماعت کی حفاظت بھی ان اخباروں سے ہوئی۔ انہیں اخباروں نے عیسائیوں آریوں اور غیر احمدی معترضین کے مقابل شاندار مورچے قائم کئے۔

ہماری ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ السلام "جانیں خطر" تھے۔ انہوں نے ہمیں بھی نبض فطرت پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ بتا دیا تھا۔ مگر ہم بہت جلد اس ہنر سے ناواقف ہو گئے ہیں۔ اور اخبار کی ضرورت نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے ابھی شمالی و جنوبی ہند کے دورے میں اکثر محسوس کیا کہ بہت سے احباب نے بدر قادیان کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔ بعض ایسے دوست بھی دیکھے ہیں الفضل تو باقاعدہ منگاتے ہیں۔ مگر بدر ان کے گھر نہیں آتا۔ حالانکہ ایک ہندوستانی اور محب وطن ہونے کے اعتبار سے ہر مخلص احمدی کے گھر بدر ضرور آنا چاہیئے۔ میں اس تحریر میں کسی کا نام نہیں لے سکتا۔ مگر پڑھنے والا اور ہر بدر کے حالات سے واقفیت

رکھنے والوں کو یہ اشارہ سمجھنا چاہیئے اور اپنے نیک پڑوسیوں کو اس کا خریدار بنانے پر آمادہ کرنا چاہیئے۔ بدر کی خریداری دراصل تخت گاہ رسول کی عزت کا قیام جماعتی زندگی کا اعتراف اور وطن کے ساتھ وفاداری کا اظہار ہے۔

ہم بہت سادہ لوح ثابت ہوں گے اگر یہ سمجھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات نے ہمیں ضروریات زمانہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ ہمیں تو زمانے کی کشمکش میں بڑی ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہے

ضروریات صحافت جو مستقبل احمدیہ ہندوستان کے نزدیک اخبار بدر قادیان کی ترقی اور اسے ایک اعلیٰ پایہ پر چلانا یوں بھی ضروری ہے کہ ہم غیر ممالک میں اخباروں کے اجراء اور ان کے شاندار کارناموں کا ہمیشہ ذکر کرتے ہیں۔ ہماری یہ بات اس وقت بہت زیادہ خوشگوار و وزن دار ہوگی جب اپنے ملک میں بھی ہمارا کوئی ترقی یافتہ اخبار ہوگا۔ ہم احمدی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسی دور میں

"واذا الصحف نشرت"

کی پیشگوئی ظاہر ہوئی ہے۔ لہٰذا ہمیں صحافت کا ایسا اعلیٰ نمونہ قائم کرنا چاہیئے کہ دوسرے ہماری تقلید کرنے پر مجبور ہوں۔ یہ امریکہ اور افریقہ کی صحافت ہندوستان کے کام نہیں آتی۔ ہمیں تو اس سرزمین میں کوئی معجزہ دکھانے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ تقسیم ہند کے بعد اسلامیان ہند کی طبیعت جس انتشار و پراگندگی سے دوچار ہو رہی ہے۔ اسے ہم ایک ملک گیر اخبار۔ کامیاب صحافت اور صحیح قیادت کے ذریعہ ہی دور کر سکتے ہیں۔

کیا یہ بات ہمارے لئے تازیانۂ عبرت نہیں کہ مسلمانوں کا ایک نہ لب گروہ اپنی پیاس بجھانے کی امید سے جماعت اسلامی کی گود میں جا رہا ہے۔ جماعت اسلامی جو منشور لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اس سے نہ پیاس بجھتی ہے نہ انتشار دور ہوتا ہے۔ محض سیاسی موت سے بچنے کے لئے انہوں نے یہ پناہ گاہ ڈھونڈی ہے۔ مگر وہ غیر محسوس طور پر بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود اس جماعت نے چند ہی سالوں کے اندر صحافت کے بہو دلکش نمونے دکھائے ہیں۔ اس نے بہت سے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ میں اس جگہ اس بحث میں نہیں جاتا کہ فن صحافت کیا ہے اور جماعت اسلامی کے اخبار و رسائل اس معیار پر اترتے ہیں یا نہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس جماعت کے دانشمندوں کا حربۂ صحافت ہے۔ جس نے بہت سے لوگوں کو اس جماعت کا گرویدہ بنا لیا ہے۔

فن صحافت کے لوازم اس زمانے میں فن صحافت کے جتنے لوازم ہیں

حضرت صاحب کیلئے مکرر دعا کی تحریک

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

چند دن ہوئے میں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے ایک دعائیہ نوٹ الفضل میں بھجوایا تھا۔ اس نوٹ میں میں نے لکھا تھا کہ جو تکلیف ہماری حضرت صاحب کو لاحق ہو گئی تھی جس کا ذکر عزیزم ڈاکٹر مرزا منور احمد سلمہ کے نوٹ میں مجملاً آ چکا ہے اس میں اب افاقہ ہے مگر باوجود اس افاقے کے یہ امر باعث تشویش ہے کہ حضور کی کمزوری دن بدن بڑھ رہی ہے اور ڈاکٹروں کیلئے نیز سب دیکھنے والوں کے لئے فکر و تشویش کا موجب ہو رہی ہے پس دوست حضور کی صحت کے لئے ان دنوں میں خاص طور پر دعا کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ تبارک و تعالیٰ حضور کے وجود میں ہمارے لئے خلافت ثانیہ کی برکات کو لمبا کر دے حضور کے لئے دعا کرنا نہ صرف ہر مخلص احمدی کا فرض ہے بلکہ دعا کرنے والے کے لئے خود بھی موجب برکت و رحمت ہے۔ والسلام

خاکسار:- مرزا بشیر احمد ربوہ ۸/۳/۶۲

اتنے مالک کہ دوست اپنے ہمسایوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کیا کریں۔ میں نے دیکھا دوسرے دن سے ہی تعداد بڑھنی شروع ہو گئی۔ بعد میں آنے والے یہ تو پہلے بھی جانتے تھے کہ نماز ضروری ہے اور با جماعت پڑھنی چاہیئے لیکن ان میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ اس بات کو یاد رکھ سکیں۔ جب دوسروں نے انہیں یاد دلایا۔ تو وہ بھی آ گئے ہیں۔ پہلے بھی اس مسئلہ پر کئی روز سے غور کر رہا تھا اور اس سے مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ نماز میں دوسرے سست لوگ شمولیت نہیں کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ یعنی اگر تم نعمائے الٰہی کی قدر کرو گے تو بڑھائے جاؤ گے پس اگر اسے یاد رکھیں کہ ہر جگہ ایسے آدمی تیار ہو جائیں جو دوسروں کو ان کے فرائض یاد دلاتے رہیں۔ تو بہت جلد ہماری جماعت ترقی کر سکتی ہے۔

یہ غلط ہے کہ ایک چیز سے ہر شخص یکساں فائدہ اٹھاتا ہے۔ دیکھو سب لوگ سورج اور ہوا سے ایک سا مستفید ہوتے ہیں۔ پھر کیوں ان میں سے کوئی کالا ہوتا ہے۔ کوئی گورا کوئی موٹا ہوتا ہے اور کوئی دبلا۔ بات یہ ہے ہر شخص اپنی

استعداد کے مطابق فائدہ

اٹھا سکتا ہے۔ بعض سننے والے ایسے ہیں کہ ان کے اندر قوت جذب بہت کم ہوتی ہے جیسے ایک ہی جیسا پانی سینچو۔ نالیاں۔ ریتلی اور مٹی میں ڈالو۔ تو ان سب کی قوت جذب میں فرق نظر آئے گا۔ حالانکہ پانی سب میں برابر ڈالا گیا ہو گا۔ اسی طرح ایک ہی واعظ جو لوگ بیٹھے ہوتے ہیں وہ ایک سا فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ایک کے کان میں آواز کم پڑتی ہے۔ دوسرے کے کان میں زیادہ۔ اسلئے بھی کہ بعض کی سننے کی قوت کم ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض توجہ کی عادت بہت کم ہوتی ہے وہ مجلس میں بیٹھے تو ہوتے ہیں مگر ان کی توجہ دوسری جانب ہوتی ہے۔ اپنے اردگرد نظر ڈال کر دیکھ لو۔ بعض تو غور سے سن رہے ہوں گے۔ بعض ادھر ادھر دیکھ رہے ہوں گے بعض اونگھ رہے ہوں گے پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سب نے ایک سا سنا۔ سب کے سننے میں فرق ہے۔ اور اس وجہ سے ایک کے استفادہ میں بھی فرق ہو گا۔ بعض زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض کم۔ نیز بوجہ توجہ میں فرق ہوتا ہے۔ پھر آگے قابلیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ تو ایک ہی پیغام دین تفصیل کے ساتھ ہر ایک سنے تو فرق ہو گا۔ پس اول تو سننے والے بہت کم ہوتے ہیں پھر سننے والوں میں سے سمجھنے والے اور بھی کم ہوتے ہیں۔

سو جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد دی ہے کہ وہ سنتے بھی ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے رہتے ہیں جا بجا۔

دوسروں کا بھی خیال رکھیں

جب اکٹھے۔ دنیا میں گورنمنٹ نے ملکی قانون ہر ایک اپنے ساتھیوں کا جو نیز تابعداری کے متعلق بنانے ہوئے ہیں ان کا خیال رکھا جاتا ہے۔ پھر کیوں ایسا نہیں کیا جاتا کہ جو کمزور روحانی امور میں سستی دکھاتے اور دینی کاموں میں حصہ کم لینے والے یا نہ لینے والے ہوں انہیں بھی توجہ دلائی جائے۔ اسلام ہر ایک مومن کے سپرد یہ فرض کرتا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ آگے بڑھانے کی کوشش کرے اور یہ ایسی مواخات اور مساوات ہے کہ اسلام کے سوا کہیں نظر نہیں آتی۔ جس میں ایسا رابطہ اور رشتہ پیدا کر دیا ہے جو سب رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ ایک شخص نماز کے لئے آتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے ہمسایہ سو نہ گیا ہو اس لئے وہ گھر سے نکل کر سیدھا مسجد کی طرف جانے کی بجائے پہلے ہمسایہ کو آواز دے لیتا ہے اور اس کی آواز سے ہمسایہ نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کو بھی

ویسا ہی ثواب

ملے گا جیسا خود پڑھنے والے کو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الدال علی الخیر کفاعلہ خیر کی طرف لے جانے والا ثواب کا ویسا ہی مستحق ہوتا ہے جیسا کہ نیکی کا کام کرنے والا۔ تو صرف آواز دے دینے سے دو نمازوں کا ثواب مل گیا۔ اور اگر تین یا چار کو آواز دے کر ساتھ لے لیا تو ایک تو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب آ گیا ہی بہت زیادہ ہے پھر وہ تین یا چار گنا ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک شخص چندہ دینے لگتا ہے اسے خیال آتا ہے۔ آج میرے ہمسایہ کے پاس روپیہ ہے ممکن ہے کل کو خرچ کر دے۔ اس لئے وہ اسے بھی تحریک کر دیتا ہے اور وہ چندہ ادا کر دیتا ہے۔ اب اسے بھی اس کے چندہ دینے کا ثواب حاصل ہو گا اور اسی طرح تحریک کر کے وہ جتنے لوگوں سے چندہ وصول کرائے گا اتنا ہی اسے زیادہ ثواب ملے گا۔ ایسی معمولی باتوں سے بھی انسان بہت ترقی کر سکتا ہے۔ اگر ذرا سا خیال رکھ لیا جائے اور اپنے ہمسایوں اور ملنے والوں میں نیکی کرنے کی تحریک کی جائے تو اس سے عظیم الشان فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ایک طرف تو دین کے کام میں بہتری ہو سکتی ہے۔ اور دوسری طرف ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

پس جن کو اللہ تعالیٰ نے استعداد دی ہے وہ ضرور اس طرف توجہ کریں اور اس بات کا خیال رکھیں۔ اسی

استعداد کا نشان

یہ ہے کہ اسے خود اس کام کے کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ اگر کسی کو صبح کی نماز میں شامل ہونے کی توفیق مل جاتی ہے۔ تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس میں استعداد ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس نماز میں شریک ہونے کی تحریک کر سکے۔ پس اسے چاہیئے ہمسایوں کو بھی آواز دے کر جگا لے۔ اسی طرح عشاء کی نماز میں آنے کی جسے توفیق ملتی ہے وہ سمجھ لے اس میں اوروں کو نماز کی تحریک کرنے کی استعداد ہے۔ پس وہ ہمسایوں کو بھی آواز دے دے ممکن ہے ان میں سے کوئی سو گیا ہو۔ اسی طرح اور بھی بہت سے کام ہیں جن میں استعداد کا پتہ لگ سکتا ہے۔ باقی رہیں باریک استعدادیں۔ سو ان کا انسان کو خود ہی علم ہو جاتا ہے۔ اسے روحانی لذت حاصل ہوتی ہیں اور روحانی کمزوری جب لگتی ہے۔ تو وہ خود ہی اپنا پتہ بتا دیتی ہے

پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود دین کے کام کرنے میں چست ہوں۔ بلکہ

دوسروں کو بھی چست کرنے کی کوشش کریں

جتنے لوگ بھی کسی کے ذریعہ ستی میں نیکی کا ثواب اسے حاصل ہو گا اور اگر کوئی کسی غیر کو نہیں صرف اپنے بیوی بچوں کو ہی دین میں چست کر دے تو ان کا بھی اسے ثواب ملے گا۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی جماعت ایسی ہو جس میں ایک شخص بھی ایسا نہ مل سکے جو یہ فرض انجام دے سکے اور اگر ایک ایک شخص بھی ہر جماعت میں ایسا کھڑا ہو جائے تو اپنی جماعت میں وہ بہت چستی پیدا کر سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جماعت کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری ہی یہ فرض ادا کریں بلکہ جن میں خدا تعالیٰ نے یہ استعداد دی ہو وہ سب کے سب اسے سر انجام دیں۔ میں نے دیکھا ہے مستعد آدمی جہاں جاتے ہیں وہاں کی جماعت میں ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر عام طور پر اس طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ سب وعظ سنتے اور اخبار پڑھتے ہیں پھر کسی کو جگانے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پڑھنے یا سننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ انہیں

جگانے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک خدا تعالیٰ نے کسی میں استعداد رکھی ہو۔ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے یہی مساوات ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے مساوات یہ نہیں کہ قوم کا روپیہ اکٹھا کر کے سب میں باہم تقسیم کر دیا جائے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو استعداد اور خوبی ایک میں ہو دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچایا جائے

پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس ثواب کمانے کے ذریعہ کی طرف متوجہ ہوں تو جماعت کے اندر ایسا تغیر پیدا ہو سکتا ہے کہ دنیا دیکھ کر دنگ رہ جائے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی یا قربانی کرنے کی توفیق دے۔ انہیں چاہیئے کہ اسے کرتے وقت دوسروں کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اور اس طرح

جماعت کو ایک لیول پر لانے کی کوشش

کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق دے۔

(آمین یا رب العالمین)

شکریہ

میری طرف سے تفسیر قرآن مجید انگریزی کی پہلی دو جلدوں کیلئے گذشتہ دنوں اخبار میں اعلان ہوا تھا۔ میرے اس اعلان پر بعض دوستوں نے بعض جلدیں مفت ہدیہ کے طور پر اور بعض نے ہدیہ قبول کر کے نظارت کو بھجوانے کی پیشکش کی ہے۔ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص۔ ایمان۔ اموال اور نفوس میں برکت دے۔ اس وقت تک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) مکرم ڈاکٹر محمد لطیف صاحب جے پور دو جلدیں مفت

(۲) مکرم حاجی نصیر احمد صاحب ناقر واقف زندگی ربوہ پہلی جلد مفت

(۳) مکرم چوہدری محمد یوسف صاحب ماہو کے بھگت۔ پہلی جلد ہدیہ قبول کرتے ہوئے
فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے۔
محترم ڈاکٹر صاحب آجکل بعض پریشانیوں سے گذر رہے ہیں دوست خصوصیت سے انکے لئے دعا کریں۔
اگر کوئی صاحب استطاعت بھی تفسیر انگریزی کی پہلی دو جلدوں یا ان میں سے ایک نظارت کو دے سکتے ہوں
تو خاکسار کو مطلع فرما دیں۔ خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان۔

درخواست دعا۔ مکرم محمد عبد الرب صاحب ضلع ہاسپور کو آٹھ سال عارضہ ہو چکا ہے آٹھ سال بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ان کے گھر امید ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ محمد عبد الرب صاحب کو نیک صالح خادم دین۔ صحت مند اولاد نرینہ عطا فرمائے۔ آمین۔

انہوں نے اعانت بدر کے لئے پانچ روپے بھجوائے ہیں

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

رسالہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب" کی پاکستان میں ضبطی

آج سے پینسٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ ۱۸۹۷ء میں لاہور مشن کالج کا ایک طالب علم پروفیسر سراج الدین نامی قادیان آیا۔ کچھ دن یہاں رہا۔ اور عیسائیت کے مقابل پر اسلامی تعلیمات کی فوقیت اور برتری کا قائل ہو گیا مگر جب لاہور واپس لوٹا تو اس پر سابقہ ماحول کے اثرات غالب آ گئے۔ انہی دنوں میں اس نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اسلام اور مسیحیت کے بارہ میں چار سوال لکھ کر بغرض جواب بھیجے۔ حضورؑ نے ان سوالات کو مع مدلل جواب کے ایک رسالہ کی صورت میں ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شائع فرمایا۔ اس رسالہ کا نام "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" رکھا گیا۔ اس کے بعد ستمبر ۱۹۱۴ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ پھر تیسرا اور چوتھا بھی۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جبکہ متحدہ ہندوستان میں انگریز حکمران تھے جن کا اپنا مذہب عیسائیت تھا۔ انگریزوں کی ہندوستان میں آمد کے ساتھ عیسائیت کو وہ فروغ حاصل ہوا جو اس سے پہلے نہ تھا۔ ایسے میں ایسے رسالہ کی اشاعت برملا ہوتی رہی اور کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اگست ۱۹۴۷ء میں انگریز یہاں سے رخصت ہو گئے۔ اور برصغیر الگ الگ دو مملکتوں میں بٹ گیا۔ اب یہ سولہواں سال جا رہا ہے۔

حال ہی میں احباب کو بذریعہ اخبارات اس بات کا علم ہوا کہ مغربی پاکستان کی حکومت نے رسالہ مذکور کی ضبطی کا حکم دے دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں پاکستانی احمدیوں کا مضطرب ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ پاکستان کے طول و عرض سے جماعت احمدیہ کی مختلف مقامی جماعتوں کی طرف سے اپنی اس بے چینی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ تاروں اور قرار دادوں کے ذریعہ متعلقہ حکام سے اس حکم کی منسوخی کی اپیل کی جا رہی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے جو مختصر مگر جامع نوٹ اخبار الفضل مجریہ ۵/۹ ۳ میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے پاکستانی احباب جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"جیسا کہ احباب جماعت کو معلوم ہو چکا ہے حکومت مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ضبط کر لی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ ہمارے نزدیک ایک مامور من اللہ کی کتاب ہے حکومت کا یہ فیصلہ کئی لحاظ سے انتہائی غیر منصفانہ ہے۔ کیونکہ

(۱) دنیا جانتی ہے کہ یہ کتاب آج سے پینسٹھ سال قبل پہلی دفعہ شائع ہوئی تھی۔

(۲) اس کے بعد بھی وہ متفرق سالوں میں کئی دفعہ چھپتی رہی اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۳) یہ کتاب نہ صرف ابتداءً بلکہ غالباً دوسری تیسری دفعہ بھی عیسائی حکومت کے زمانہ میں ہی چھپی تھی۔

(۴) جیسا کہ اس کتاب کا نام ظاہر کرتا ہے یہ کتاب ایک عیسائی کے سوالوں کے جواب میں لکھی گئی تھی۔

باوجود ان تمام باتوں کے یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ عیسائی حکومت نے تو اپنے سالہا سال کے دور میں اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا۔ مگر پینسٹھ سال کے بعد ایک مسلمان حکومت نے اس پر ایکشن لینا ضروری خیال کیا ہے۔

جماعت کے دوستوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ضروری قانونی کارروائی کی جا رہی ہے۔ مقامی جماعتوں کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں دوستوں میں بڑے اضطراب اور رنج و غم کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ مگر بہرحال انہیں چاہیئے کہ پرامن رہتے ہوئے دعاؤں میں لگے رہیں۔"

جہاں تک اس کتاب کی پاکستان میں ضبطی کا سوال ہے اس بارہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ مناسب کارروائی ضابطہ کے مطابق کر رہی ہے۔ احباب جماعت ہندوستان سے بھی درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرماتے رہیں۔ کہ ارباب حل و عقد کو حقیقت شناسی کی توفیق عطا ہو۔ اور وہ جماعت احمدیہ کی جائز شکایت کا ازالہ فرما سکیں۔

درخواست دعا

محترم سید وزارت حسین صاحب [illegible] اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے فرزند عزیز محسن احمد کی شادی بخیر و خوبی سرانجام ہوئی جس میں احباب جماعت مونگھیر بھی شامل ہوئے۔ اور اب دلہن اور دولہا کراچی جا چکے ہیں وہاں سے کسی بیرونی ملک میں جانے کا ارادہ ہے۔ محترم سید صاحب احباب سے انکے بخیریت منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ مالی سال کے ابتداء میں ضروری ہے

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ احمدیت کے قیام کی اغراض کو پورا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس مقدس اجتماع کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے ایک خاص چندہ جاری ہے۔ جس کا نام چندہ جلسہ سالانہ ہے۔ اس چندہ کی شرح ہر احمدی دوست کی سالانہ آمد کا ۱/۱۲۰ حصہ ہے یا ایک سال کے لئے ایک ماہ کی اوسط آمد کا ۱/۱۰ حصہ بطور لازمی چندہ مقرر ہے۔ بعض دوست اس چندہ کی ادائیگی کو التواء میں ڈالتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تو جلسہ سالانہ سے قبل یہ چندہ وصول نہیں ہوتا دوسرے مالی سال کے آخر تک پوری ادائیگی نہ ہو سکنے کی وجہ سے بقایا رہ جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران شروع مالی سال سے ہی اس چندہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں تاکہ اس چندہ کی وصولی جلسہ سالانہ سے قبل ہو سکے۔ اس بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ

"چندہ جلسہ سالانہ شروع سال میں ہی ادا کرنا چاہیئے تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بروقت خرید لیا جائے۔"

اگر احباب جماعت حضور کے مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق شروع مالی سال میں چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرمائیں تو اس سے بروقت اور اکٹھی اجناس خریدی جا سکتی ہیں اور اخراجات میں کفایت اور انتظام میں سہولت ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ تمام دوست اس کار خیر میں تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان

شادی خانہ آبادی

میرا نواسہ عزیزم محمد لطف اللہ سلمہ ولد غلام حسین مکرم علی صاحب کا نکاح ہمراہ میری ہمشیرہ کی پوتی عزیزہ نصرت جہاں بیگم سلمہا دختر ایم احمد صاحب نواسی مکرم سید مدار صاحب صدر جماعت احمدیہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء بروز جمعہ بعد نماز عصر ایک ہزار روپیہ حق مہر پر مکرم مولوی قاضی محمد عبداللہ صاحب نے پڑھایا۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو بہت ہی بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنا دے۔ آمین۔

احقر غلام فاروق مشرق

نائب امیر جماعت احمدیہ سکندرآباد آندھرا پردیش

اعلانات نکاح

[illegible] مورخہ ۵ بعد نماز عصر مکرم امام حسین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مندگڑھ کی دو بیٹیوں کے نکاح کا اعلان کیا گیا یعنی (۱) عزیزہ سعیدہ بیگم کا نکاح عبدالقادر صاحب ولد نور الدین صاحب سے ۲۵۰/ روپے مہر پر اور (۲) عزیزہ شرف النساء بیگم کا نکاح عبدالسلیم صاحب ابن مکرم حکیم عبدالرحمن صاحب معلم وقف جدید متعین مندگڑھ سے ۱۵۱ روپے مہر پر مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ نے مسنون آیات کی تلاوت کے بعد پڑھا۔ نکاح کے موقع پر ہندو مسلم معززین کے کثیر اجتماع میں آپ نے ایک ایمان افروز خطبہ دیا۔

بعدہٗ رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی جس میں بانڈہ و پانگی اور مندگڑھ کے احباب جماعت نے شرکت کی۔ خوشی کے اس موقعہ پر مکرم حکیم عبدالرحمن صاحب اور مکرم نور الدین صاحب نے مبلغ پانچ پانچ روپیہ بطور شکرانہ اشاعت بدر کے لئے ادا کئے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان ہر دو رشتوں کے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار ایچ ایم مندگڑھ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

تذکرہ صحابہ مسیح موعودؑ

حضرت قبلہ لفٹننٹ سردار محمد ایوب خان صاحب رضی کے مختصر حالات زندگی

(از محترم جناب محمد عبداد خاں صاحب۔ سب انسپکٹر پولیس پنشنر کانپور (یو۔پی)

خاکسار راقم الحروف کے والد صاحب جناب قبلہ لفٹننٹ سردار محمد ایوب خاں صاحب "بہادر" نیا نمبر ۶ سواری لاہور میں فوج میں رسالدار میجر تھے۔ مولوی بابو فخر الدین صاحب ہیڈ کلرک فوج کے تھے۔ جو کہ احمدی تھے۔ قبلہ والد صاحب مرحوم نماز روزہ وغیرہ کے پہلے سے پابند تھے۔ اور مذہب کے متعلق دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک تعویذ دعا کے سلسلے سے لاہور اور بعدہ قادیان میں بھی بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کی۔ اور سورہ دعاؤں کے لئے عرض کیا۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۰۵ء کا ہے۔ بعد اکثر جلسہ سالانہ پر لاہور سے بھی قادیان دارالامان جاتے رہتے۔ اور جب حضور رحمالا لاہور امرتسر۔ سیالکوٹ وغیرہ وغیرہ مقامات پر تشریف لے جاتے۔ تو وہاں پہنچ کر یا اثنائے راہ میں اسٹیشن پر جا کر ملاقات کرتے اور جلسوں اور لکچروں وغیرہ میں شرکت کرتے۔ بعد میں لاہور سے خنگری تبدیل ہو گئے تھے

فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کے بعد سے عجیب روحانی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے جو کسی اور پیر وغیرہ کے مریدوں میں دیکھنے میں نہیں آئی۔

اخبار الحکم۔ البدر۔ نور۔ الفاروق۔ رسالہ احمدی خاتون۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو وغیرہ اور جو بھی رسالہ کتاب یا اشتہار شائع ہوتا فوراً منگواتے۔ پڑھتے اور لوگوں کو تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ اور سب اخبارات کے رسالوں و اشتہارات وغیرہ کو جلد میں بندھوا کر محفوظ رکھتے جو افسوس کہ پارٹیشن کے دوران ضائع ہو گئے۔

تہجد گذار تھے قرآن مجید با معنی کی تلاوت کرتے تھے۔ قرآن کریم کا اکثر حصہ با معنی حفظ کر لیا تھا۔ سورۃ بقرۃ الاول زبانی یاد تھی۔ زیست کے وقت کتب حضرت مسیح موعودؑ کا مطالعہ فرماتے تھے۔ تبلیغ اسلام و احمدیت کا گویا آپ کو جنون تھا چنانچہ متعدد افراد نے آپ کے ذریعہ سے بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی۔

برکت اور دعا کے حصول کی خاطر آپ نے ایک گرم سفید پلاسین کا کرتہ حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔ کتاب کو پہن کر عطا فرمایا۔ جنگ عظیم کے دوران کسی حالت میں نماز کو نہیں چھوڑا۔ ایمان جانے کا اتفاق ہوا۔ تو وہاں کے لوگوں کو بھی پیغام احمدیت پہنچا دیا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے اور اس کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کی اور غیر مبائعین کے اثر و رسوخ کی پرواہ نہ کی۔ جنگ عظیم جرمن اول کے بعد پنشن آنے پر اپنے آبائی وطن مراد آباد میں مقیم ہوئے اور مراد آباد کی جماعت کے صدر تاحیات رہے با نماز باجماعت کا اہتمام و انتظام رکھتے تھے۔

جمعہ کی نماز میں خطبہ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے اخبارات کے مجلد فائل سے یا خلیفہ اول رضی اللہ عنہ یا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اخبارات سے خطبہ التزام کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ نہایت حلیم الطبع منکسر المزاج۔ سچا فدائی احمدیت تھے۔ ہمیشہ دوست احباب و رشتہ داروں کو تبلیغ کرتے رہتے تھے۔

مولوی ذوالفقار علی خان صاحب رام پوری اور دیگر دوست جو قادیان دارالامان سے آتے جاتے۔ ان کو اپنے یہاں ٹھہراتے اور بعض وقت جلسہ بھی کرایا کرتے تھے۔ خود بھی شاہجہان پور، لکھنؤ، بریلی، دہلی وغیرہ مقامات پر جلسہ احمدیت کے ہوتے تو ان میں شرکت کے لئے جاتے۔

درود شریف اور استغفار کا حضرت صاحبؑ کے ارشاد کے مطابق ورد رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بے حد عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سفر یورپ میں پہلی مرتبہ تشریف لے گئے۔ تو پلیٹ فارم پر ملاقات کی۔ اور اسٹیشن پر نعرہ "غلام احمد کی جے"

اسلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نعرہ بلند کیا۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دہلی میں اکثر ہندو سے ملاقات و تبلیغ کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ اس مہم میں قبلہ مرحوم والد صاحب مرحوم و مغفور کا بھی نام تھا۔ اور دہلی تشریف لے گئے تھے۔ لیکن عین وقت پر ناسازی طبیعت کی وجہ سے اس وفد میں شرکت نہ کر سکے۔

تحریک جدید میں حضور کے حکم پر شرکت کی تھی۔ اور موصی بھی تھے۔ تمام چندہ جات میں کوشش کر کے حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرماتے۔ آمین۔

آپ کا اردو، فارسی، انگریزی خط نہایت خوشخط تھا مرض ذیابیطس کیوجہ سے جس بول ہو جانے پر صدر ہسپتال مراد آباد میں اپریشن ہوا۔ مگر زخم مندمل نہ ہو سکا۔ چنانچہ ۲۹ رجب ۱۳۵۵ ہجری مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء بروز جمعرات صبح ۹ بجے شب کے قریب بعمر تقریباً ۷۰ سال معبود حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء بعد نماز جمعہ اول ۲ یا ۳ سو غیر احمدی احباب نے نماز جنازہ پڑھی۔ کیونکہ اس وقت اکا دکا کوئی اور احمدی دوست نہ تھے ——

نماز جنازہ ختم ہی دیکھیں تو ۳-۴ احمدی دوست تشریف لے آئے۔ جو کہ مولوی بابو کرم الدین احمدی کے ہمراہ اتفاقیہ طور سے قبلہ مکرم جنت آشیان سے ملاقات کی غرض سے اسی وقت ٹرین سے اتر کر پہنچے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پھر پڑھائی۔ اور قبلہ مکرم کی آخری خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پورا کر دیا۔ کہ احمدی میرا جنازہ پڑھاویں۔ اس کے بعد آبائی وطن کے قبرستان واقعہ محلہ مغلپورہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔

ایک اخبار زمیندار اعظم کے پروپیگنڈا پر لوگوں نے خوف زدہ ہو کر جب بائیکاٹ حافظ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ ان کا بائیکاٹ کیا۔ اور کھانا جو قیم خانہ بھیجا گیا تھا۔ اس کو لینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ کھانا غرباء کو تقسیم کروایا گیا۔

آپ کو مرحوم اول کا انتقال منٹگمری (پاکستان) میں ۱۹۱۵ء میں ہو گیا تھا۔ جن سے مکرم حاجی محمد خداداد خاں صاحب۔ خاکسار راقم الحروف اور مکرم عبد اللہ داد خاں صاحب فارسٹ رینجر آف پاکستان غزنی ہیں۔ دوسری والدہ صاحبہ سے پانچ بھائی الشہ داد خاں بیچوں خاں۔ ڈاکٹر عطاء اللہ شہزاد خاں سلیمان خاں پاکستان ہی ہیں۔ ایک لڑکی روشن بی بی تھیں کہ بعد شادی انتقال ہو گیا۔

احباب و بزرگان سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے کہ وہ دعا فرماویں کہ مولا کریم انکے درجات بلند فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ہمیں انکے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر طرح دین و دنیا سے محفوظ رکھ کر سلسلہ کی خدمات کی توفیق عطا فرماتے۔ آمین ثم آمین۔

تقرر عہدیداران جماعتہائے ہندوستان

نوٹ:۔ یہ تقرر مورخہ ۲۴/۴ ۔۷۰ تک کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔
(ناظر اعلیٰ قادیان)

۱۔ جماعت پٹنہ۔ بہار

صدر۔ جناب ملک محمد اسمٰعیل صاحب پاٹلی پترا کالونی پٹنہ ۱۳
سیکرٹری مال۔ جناب ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب ڈی۔ لٹ ۸۰ مچھوا باغ پٹنہ ۱
سیکرٹری تبلیغ۔ جناب محمد جلیل خاں صاحب اسٹیشن گارڈ نیا باغ پٹنہ
سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ سید محمد حمید عالم صاحب متعلم ایم۔ اے نائٹنگل شانتی ہاؤس مصالح پور پٹنہ ۱۳

۲۔ کانپور۔ یو۔پی

صدر۔ مکرم حاجی محمد ابراہیم صاحب لیبر سپرنٹنڈنٹ نیو مسٹر کانپور۔
قائمقام صدر۔ مکرم محمد مجید صاحب سوئیجہ
سیکرٹری تعلیم و تربیت۔
سیکرٹری مال۔ مکرم محمد احمد صاحب سوئیجہ
سیکرٹری امور عامہ۔ " " "
قائد خدام الاحمدیہ۔ حبیب احمد صاحب
ناظر اعلیٰ قادیان

حضرت مسیح موعود کے کشف کے مطابق

کشتی مرکز سے منقطع ہو کر غرق ہونے والی "لاہوری" جماعت ہے نہ کہ مرکز سے وابستہ رہنے والی قادیانی جماعت

مبایعین اور غیر مبایعین میں ایک موازنہ

(۱)

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک الہام ہے ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون وعدل علینا حق
اس کی تشریح یوں فرمایا:-

"ان لوگوں کے بارہ میں میرے ساتھ بات نہ کر جو ظالم ہیں۔ یعنی دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دنیا کے ہموم و غموم میں پھنس کر دین کے پہلو سے لاپرواہ ہیں۔ میں ان کو غرق کروں گا۔ اور ناکامی سے مریں گے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے جو نہیں ٹلے گا میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے جو دنیا کے ہموم و غموم میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور دین کی فکر اور غم سے لاپرواہ لاپرواہ ہیں گویا خدا تعالیٰ مجھے ہدایت فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے دعا اور ان کی شفاعت مت کر کیونکہ جیسا کہ ان کا دین مر گیا ان کی دنیا بھی مر گئی۔ ظاہر ہے کہ دعا اور شفاعت و دستگیری تو نیکوکار مومنوں کے لئے ہوتی ہے اور ایک بڑے خدا نے ان کو ڈرایا کہ اور ممکن ہے وہ عذاب دوسروں کے لئے بھی ہو مگر ایسے لوگوں کے لئے ضرور ہے کہ جو [illegible] ہیں وانقلاب ہے گو ان کی حالت دنیا پرستی کی حد سے زوال تک خوف ہے۔"
(تذکرہ ص [illegible])

اسی طرح ایک اور الہام بھی ہے اور وہ یہ ہے

"ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون یا ابراہیم اعرض عن ھذا انہ عمل غیر صالح جس کی دوسری قرأت ہے انہ عمل غیر صالح"

مولوی محمد علی صاحب ان الہامات کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ انہیں

"یہ ذکر ہے کہ قادیان کی جماعت اس جگہ مقصود کر جاتے گی ہیں

کو سے کر حضرت مسیح موعود کو جو بہت تعلق و مدد تھا، اس ظلم سے وہ ہو گا کہ آپ کو ان کی شفاعت سے بھی روک دیا گیا ہے" (ملحمہ فکریہ ص ۲۶)

نیز لکھتے ہیں کہ:-

"اب یہ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ جن میں آپ کو الہام ہوا قرآن کریم کے الفاظ ہیں جن میں حضرت نوح کو اپنے بیٹے کے لئے دعا کرنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس کے اعمال میں کوئی صلاحیت نہ رہی تھی"

"دوسرا فقرہ وہ ہے جس میں حضرت ابراہیم کو قوم لوط کے لئے سوال کرنے سے روکا گیا"

نیز لکھتے ہیں کہ

"یہ معمولی لغزشیں نہ تھیں بلکہ کوئی ایسے قبیح افعال تھے جن پر اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی بھڑک اٹھی۔ یہاں تک کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کے لئے سفارش نہ کریں"
(ملحمہ فکریہ ص ۲۹، ۳۰)

مولوی صاحب کا مدعا صاف ہے اور وہ یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس زمانہ کے نوح کے بیٹے ہیں اور ان کا عمل غیر صالح ہے۔ اور ان کے ساتھی دنیا کے ہموم و غموم میں مبتلا تھے اسلئے خدا نے ان کو ان کی دنیا پرستی اور بے اعمالی کے نتیجہ میں غرق کر دیا ہے۔ ان کا دین بھی ڈوبا اور ان کی دنیا بھی۔ اور یہ بات لاہوری جماعت کے حق پر اور قادیانی جماعت کے باطل پر ہونے کی قوی دلیل ہے۔

(۱) لیکن جب ہم اس تحریر پر غور کرتے ہیں تو ہم اول یہ دیکھتے ہیں کہ یہ الہام ساری جماعت کے "بعض افراد کی نسبت ہے" نہ کہ ساری جماعت کی نسبت یا اکثریت کی نسبت اور یہ تو مولوی صاحب بھی اپنے متعلق مانتے ہیں کہ

"ہم چند آدمیوں نے ان کو خلیفہ تسلیم کرنے اور ان کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا" (ملحمہ فکریہ ص [illegible])

پھر مولوی صاحب موصوف کو یہ بھی مسلم ہے کہ ان کا فریق قلیل اور قادیانی جماعت ان کے مقابلہ میں اکثریت میں ہے وہ لکھتے ہیں:-

"اب مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فی الواقعہ ہی جماعت قادیان اور جماعت لاہور کو قریب قریب نسبت ہے یعنی جماعت لاہور جماعت قادیان کا بمشکل دسواں حصہ ہے"
(ملحمہ فکریہ ص ۲۰-۲۱)

پس ظاہر ہے مذکورہ تحریر ان افراد کا ذکر ہے جن کا جماعت کے مقابلہ میں قلت کے ساتھ تعلق ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کی تیار کردہ جماعت کی اکثریت جس نے تین سو سال تک لگاتار اور متواتر ترقی کرنا ہے فوراً ہی غرق ہو جائے اور مخالفین پر غلبہ اور فتح کے تمام وعدے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔ تین سو سال تک لگاتار و متواتر جماعتی ترقی کے متعلق حضرت اقدس کا حسب ذیل ارشاد ملاحظہ ہو۔

(۲) دوسرے اس میں بعض دوسروں کا ذکر ہے نہ کہ اہل و عیال کا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل و عیال کو جنتی قرار دیا ہے ان کو متقی ٹھہرایا ہے ان کے لئے ترقی کے شاندار وعدے دیئے ہیں۔ ان سے ہر قسم کی غلطیوں کو دور کرنے کی پیشگوئی فرمائی ہے ان کو اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ حضور کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں گے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے آپ کے خاندان کی بنیاد ڈالی ہے اسے مبارک نسل قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا ہے کہ

"میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا"
(الوصیت)

مولوی صاحب موصوف نے مصلح موعود کی اولاد اور پھر خاندان پر بیجا اعتراضات کر کے اور اس پر تیغ الزامات لگا کر اپنی مخالفت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔ مولوی صاحب نے بعض دعاؤں کو جو دیئے ملے تھے خاص کر جسے "الوصیت" (الوصیت) اسے قابل امتیاز ٹھہرا کر اپنی تباہی کا اظہار کیا ہے (ملاحظہ ہو ملحمہ فکریہ)
اسی طرح حضور نے فرمایا ہے

"یہ ہیں دیکھو لوں نظر کے مسیحی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی"

اسی طرح فرمایا

"جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا ہیں گایا"

پھر فرمایا

"خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے"

غرض کہ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ تیری نسل کبھی برباد نہ ہوگی مگر آخر وقت تک سرسبز و شاداب رہے گی۔ مگر مولوی صاحب موصوف چونکہ مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اس لئے فرماتے ہیں کہ وہ نوح کے بیٹے کی طرح غرق ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ان اشعار میں مخالفین کو مخالفت کی وجہ سے ذلت پہنچنے کی بھی خبر ہے اس لئے مولوی صاحب کے لئے اس ذلت سے حصہ پانا ضروری تھا یہی سبب ہے کہ انہوں نے اپنی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

میں ایک گزشتہ مضمون میں بھی ذکر کر چکا ہوں کہ مولوی صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کے جس بیٹے کو نوح کا بیٹا قرار دے کر غرق ہونے والا ظاہر کر رہے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت اقدس نے یہ دعا کی ہے

"محمود جگر ہے میرا [illegible] تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُرنور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی"

یعنی محمود پر اندھیرا چھا جائے گا اسے دور کرنے کی ضرورت ہوگی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا میں [illegible] اندھیرا دور کر دوں گا۔ چنانچہ اس قبولیت دعا کا ذکر بھی آپ اشعار میں فرماتے ہیں۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ظاہر ہے کہ اندھیرے کا تعلق اولاد میں سے حضور نے براہ راست محمود کے ساتھ قرار دیا ہے نہ کہ کسی اور کے ساتھ۔ خدا نے اپنے الہام کے ذریعہ اس سے اندھیرا دور کرنے کی بشارت دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ

"ہمارا محبوب ہے اور ہم اسے اپنے خاص مقاصد کے لئے چن لیں گے"

مولوی صاحب موصوف اور ان کے ساتھیوں نے بھی جو گند اچھالا ہے اور جو تاریکی اس کے خلاف پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دور کرنے کی خوشخبری دے رکھی ہے اگر وہ اس ایک بات پر غور کریں تو ان کے بقیہ ساتھیوں کے لئے توبہ کا موقعہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ان لوگوں نے جماعت کو فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کو جماعت سے الگ کر کے اپنے وعدہ کے مطابق کہ یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ اپنی جماعت کو بچا لیا۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کے متعلق کامل انکشاف فرما رکھا ہے۔ اور کسی قسم کی پیچیدگی کی گنجائش باقی نہیں رہنے دی۔

پس یہ کہنا کہ نوحؑ کے بیٹے کی طرح الہام مذکورہ کے ماتحت آپ کا بیٹا محمود ہی عمل غیر صالح ہے۔ اس لئے سراسر غلط ہے کہ یہ بات حضور کے مذکورہ کشوف اور دیگر الہامات کے صریح خلاف ہے۔

علاوہ ازیں یہ ضروری نہیں کہ عمل غیر صالح سے مراد آپ کا بیٹا ہی لیا جائے کیونکہ اس میں کسی بیٹے کا ذکر ہے اور وہ عمل غیر صالح مبشر اولاد کے سوا کوئی دوسرا شخص ہو سکتا ہے۔ اور اگر ضرور بیٹا ہی قرار دینا مقصود ہے۔ تو حضور کا ایک بیٹا فضل احمد نہیں لیا جاتا۔ اگر حضرت اقدس نوحؑ قرار دیئے اور عمل غیر صالح کے غرق ہونے کی خبر سے اس زمانہ کے نوح کا صلبی بیٹا ہی مراد لینا ضروری ہے تو یہ بھی یاد رہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو ابراہیم۔ داؤد اور مریم بھی تو قرار دیا گیا ہے پھر ابراہیم کا بیٹا اسمٰعیل اور داؤد کا بیٹا سلیمان اور مریم کا بیٹا عیسیٰ اور زکریا کا بیٹا یحییٰ بھی آپ کے ہاں ہونا ضروری ہے اسی طرح آپ کو یعقوب بھی قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح یعقوب کو یوسف ان کی زندگی میں ملا تھا اسی طرح اس زمانہ کے یعقوب کو پھر اس کا بیٹا یوسف ملنا کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمایا ہے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

پس مولوی صاحب کی "نعوذ باللہ" تشریح سراسر اس کے خلاف اور غیر معقول ہے۔

(د) یہ عجیب ہے کہ حضرت مسیح موعود اس زمانہ کے مسیح تھے آپ کو مسیح ناصری سے مماثلت تھی لیکن مسیح ناصری صلیب پر چڑھائے گئے مگر حضرت مسیح موعود صلیب پر چڑھائے جانے کی بجائے اس سے بچائے گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

اس سے ظاہر ہے کہ احمد نام کی برکت سے آپ عموماً نقصان والے پہلو سے بچائے گئے ہیں۔ اسلئے یہ ضروری نہیں کہ نوح کے ساتھ مماثلت کی وجہ سے ضرور آپ کا صلبی بیٹا نوح کے بیٹے کی طرح غرق ہو۔ ہاں یہ بات یوں بھی پوری ہو سکتی ہے کہ آپ کے متبعین میں سے کوئی عمل غیر صالح اس کا شکار ہو کر اس الہام کو پورا کر دے۔

پس اس سے مراد وہی فرد ہو سکتا ہے جو حضرت اقدس علیہ السلام کے پیچھے نہ چلے اور آپ سے کٹ کر دور ہو جائے۔ اور آپ کی کشتی پر سوار نہ ہو اور بلانے پر بھی نہ آئے۔ وہ عمل غیر صالح مولوی محمد علی صاحب ہی ہو سکتے ہیں۔ اور غرق ہونے والے ان کے ساتھی ہیں۔ جنہوں نے نوح کے بیٹے کی طرح نوح سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور بلانے پر بھی نہ آئے۔ جس طرح حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو سیلاب میں غرق ہونے سے بچانے کے لئے بلایا تھا اور کہا تھا ارکب معنا۔ مگر اس نے اسے قبول نہ کیا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب کو اپنے پاس بیٹھنے کے لئے بلایا مگر مولوی صاحب آپ کے بلانے پر نہ آئے۔ پس وہی عمل غیر صالح ہیں۔ جو آپ اس عمل غیر صالح کو بلا رہے ہیں۔ مگر بقول حضور مولوی محمد علی صاحب

"وہ خاموش رہتا ہے یعنی آپ کے اس سوال کے جواب کی طرف توجہ نہیں کرتا"

لہٰذا وہی غرق ہو سکتا ہے جو بلانے پر آکر آپ کے ساتھ کشتی میں نہیں بیٹھا۔ مولوی صاحب نے آپکی دعوت کو [illegible] اپنا عمل غیر صالح ہونا ثابت کر دیا

جس طرح نوح کا بیٹا پہلے نوح کے ساتھ تھا اسی طرح مولوی صاحب موصوف بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ آپ کے الدار میں رہتے تھے۔ پھر جس طرح نوح کا بیٹا نوح سے الگ ہو گیا وہ بھی اپنے نوح سے الگ ہو گئے اور بلانے پر بھی نہ آئے

مولوی صاحب کی اس وقت کی ایمانی حالت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے الدار میں جب مولوی صاحب موصوف کو بخار ہوا [illegible] حفاظت الہیہ نے ان کو طاعون کا شکار ہو جانے کا شدید خوف دامنگیر تھا۔ اس وقت تو مولوی صاحب الدار کی برکت اور حضور کی دعا سے بچ گئے۔ مگر جب انہوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی اور مبارک مرکز اور الدار کو چھوڑ دیا تو وہ الا الذین علوا من الاستکبار والے حصہ کا شکار ہو گئے۔ اور وہ ان کے ساتھی جماعت سے کٹ کر انہم مغرقون کا مصداق ہو گئے۔ مگر آپ کے اہل بیت اور اولاد انی احافظ کل من فی الدار کے خدائی وعدہ کے مطابق ہر شر سے محفوظ رہے اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتے چلے گئے۔ خدا نے فرمایا تھا کہ وہ کبھی برباد نہ ہوں گے۔ بلکہ آپکی اولاد آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ اور ہمیشہ ترقی کرتی چلی جائے گی اور ملکوں میں پھیل جائے گی مگر مولوی صاحب موصوف اپنی عداوت کی دھن میں یہی راگ الاپتے چلے جاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی اولاد کو غرق کر دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام کی زبان سے آپ کی آل کے متعلق یہ الہام فرمایا تھا کہ

"اے میرے اہل بیت خدا تمہیں ہر شر سے محفوظ رکھے"
(تذکرہ ص۔۔)

سو خدا تعالیٰ نے انہیں ہر موقع پر شر سے محفوظ رکھا اور اپنے وعدہ کے مطابق ان کے سب دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا۔

مولوی صاحب موصوف نے اپنی باتوں کی تائید اور جماعت قادیان اور حضور کے خاص بیٹے کے خلاف ایک حضور کا الہام بھی پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور نے فرمایا ہے کہ

"میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا کہ یہ الہام ہوا کہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں فسحقھم تسحیقا"
(الحکم [illegible])

[illegible] ہونے کے بعد مولوی صاحب [illegible] کی یہ دعائیں جماعت قادیان کے لئے ہی تھیں یا اپنے بیٹے کے لئے جس کا جواب لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون میں دیا گیا ہے یا جس کا جواب یا ابراہیم اعرض عن ھذا میں دیا گیا ہے یا جس کا جواب انہ عمل غیر صالح یا انہ عمل غیر صالح میں دیا گیا۔

"آپ کو صاف طور پر بتا دیا گیا کہ جماعت قادیان پر ایسا عذاب بھیجا جائے گا جس سے وہ ایک رنگ میں پیس کر رکھ دی جائے گی"
(تذکرہ ص۵۵۵ و الحکم [illegible])

پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"کیا یہ اشارہ اس عذاب کی طرف نہیں جو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پر آیا۔ اور جس میں جماعت قادیان واقعی فسحقھم تسحیقا کی مصداق ہوئی۔ اور وہ تمام صنعتیں اور تجارتیں جن سے قادیان کو ایک پُر رونق شہر بنا دیا گیا۔ وہ سب کی سب پیس کر رہ گئیں حالانکہ یہ بستی اس علاقہ میں واقع تھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی"
(الحکم [illegible])

[illegible] اولاد اور خاص بیٹے کے متعلق کریں جواب اس میں پہلے دے چکا ہوں۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ آپ کی دعائیں جماعت اور بیٹے کے متعلق تھیں۔ بے شک یہ درست ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قبولیت فرماتے ہوئے ترقی کے وعدے دے رکھے ہیں۔ ہاں مولوی صاحب موصوف اپنی چند صفحہ قبل لکھی ہوئی تحریر میں بھول گئے ہیں جبکہ انہوں نے اس امر کا ذکر کیا ہے کہ حضرت اقدس نے مولوی صاحب کے لئے دعائیں کی ہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی ایک دعا انہوں نے اپنے متعلق ص۱۹ پر یہ نقل کی ہے کہ آپ کے لئے اکثر خلوت خاص اور شب میں دعا کرتا ہوں ...... ہر طرح سے تسلی رکھیں میں دلی جوش سے آپ کی دنیا اور آخرت اور جسم و جان کے لئے دعا میں مشغول ہوں۔ اور اس کے آثار اور تاثیرات کا منتظر ہوں"
(الحکم [illegible])

ان دعاؤں کو دیکھ کر درحقیقت مولوی صاحب اپنی نسبت ایک [illegible] سے اس غلطی میں مبتلا رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے جو دنیوی جماعت کے لئے یا اپنی اولاد یا خاص بیٹے کے متعلق کیں [illegible] جواب [illegible] کی طرف سے جو پہلے دے چکا ہوں۔ لہٰذا انہم مغرقون اور انہ عمل غیر صالح یا انہ عمل غیر صالح والے الہامات اپنی دعاؤں کے جواب میں ہوئے ہیں۔ جو حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی صاحب موصوف کے [illegible]

قسط نمبر ۳

عربوں کی علمی و ادبی ترقیات

عربوں کی نظر میں فلسفہ اشیاء کی حقیقی علت جیسی کہ وہ واقع ہوئی ہیں۔ اور انسان کی ممکنہ صلاحیت تحقیق کا علم تھا۔ دراصل ان کا فلسفہ یونانی تھا۔ جس میں خارج اقوام اور دیگر مشرقی تاثرات نے ترمیم و تبدیل کر کے اس کو اسلام کے ذہنی میلان کے مطابق بنایا اور عربی زبان کا لباس عطا کیا۔ عربوں کا اعتقاد تھا کہ ارسطو کی تصانیف یونان کے مکمل فلسفیانہ اصول اور جب لینوس کی طبی ادب کو پیش کرتی ہیں یورپ کا حصہ بے شک یونانی فلسفہ اور طب پر ہے۔ عربوں کا مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ عقیدہ تھا کہ قرآن اور دین اسلام مذہبی قانون اور تجربات کا خلاصہ ہے۔ اس لئے ان کی ابتدائی ایجادات ایک طرف تو فلسفہ و مذہب اور دوسری طرف فلسفہ و طب کے درمیان میں نظر آتی ہیں۔ رفتہ رفتہ مصنفین عرب نے فلاسفر اور حکماء کا لفظ ان فلسفیوں کے لئے استعمال کیا جن کے خیالات مذہبی قیود سے آزاد تھے اور متکلمین یا اہل الکلام کا لفظ اُس سلسلہ کے لئے استعمال کیا گیا جو مذہب کے پابند تھے۔ وہ متکلمین جنہوں نے یورپ کے عیسائی جامع مصنفین سے خط و کتابت کی اُنہوں نے اپنے نظریات تجاویز کے طور پر پیش کئے اور بعد میں وہ اُسی نام سے موسوم ہوئے۔ کلام اور متکلمین کی اصطلاحات آہستہ آہستہ علم دین اور عالم دین کے معنوں میں استعمال ہونے لگیں۔ امام غزالی جو فی الاصل عالم دین تھے۔ ابتدائے یہ متاخرالذکر طبقہ میں شمار کئے گئے۔ ابتدائی عربی فلسفہ میں الکندی اور ابن سینا کے نام خصوصی شہرت و اہمیت رکھتے ہیں۔

الکندی ابو یوسف یعقوب ابن اسحق نویں صدی عیسوی کے وسط میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں شہرت حاصل کی۔ اپنے سلسلۂ نسب کے باعث "عربوں کے فلسفی" کے نام سے موسوم ہوئے۔ وہ حقیقت خلافت مشرقیہ میں ارسطوی پیروؤں کی یہ پہلی اور آخری شان تھی جو سند عرب سے پیدا ہوئی۔ آزاد خیال فلسفیوں کے سلسلہ سے تعلق رکھنے کے باعث انہوں نے اپنی ریتی حک و حد کر افلاطون اور ارسطو کے خیالات کے اشتراک پیدائی کر کے نو افلاطونیت کو جنم دیا۔ اور ریاضی کو تمام علوم کا سرچشمہ بتایا۔ الکندی صرف فلسفی ہی نہیں تھے۔ بلکہ وہ بیک وقت کیمیاگر نجومی ماہر چشم اور منطقی بھی تھے۔ تقریباً دو سو سینتیس تصانیف ان کی ذات سے منسوب کی جاتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان میں کی اکثر تصانیف معدوم ہو گئیں۔ انکی مشہور و ممتاز تصانیف علم ہندسہ اور عضویاتی علم چشم پر ہیں اور جن کا اقلیدس پر انحصار ہے۔ یہ کتاب مشرق و مغرب میں ابن الہیثم کی تصنیف تک زیر مطالعہ رہیں۔ اور لاطینی ترجموں نے راجر بیکن کو بھی متاثر کیا۔ عربی زبان میں الکندی کے تین یا چار قدیم رسالے علم موسیقی پر بھی موجود ہیں۔ جو اس موضوع پر یونانی مصنفین کے تاثرات کا انکشاف کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک میں الکندی نے سُروں کو عربی موسیقی کا جزو بتایا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ وزن گیت اور یہ سُر موسیقی سے عرب اس کے یورپ میں فروغ پانے سے پہلے ہی آشنا تھے۔ الکندی کی بیشتر تصانیف عربی زبان کے بجائے لاطینی ترجموں سے منظر عام پر ہوئیں۔ جن میں کچھ جیرارڈ آف کریمونا کا ترجمہ شدہ بھی شامل ہیں۔

یونانی اور اسلامی فلسفہ کے امتزاج کی ابتداء الکندی سے کی جو ایک عرب تھے اور اس کی انتہا ابن سینا نے کی جو ایک ایرانی تھے۔ اور اس ابتداء اور انتہاء کی درمیانی کڑی الفارابی تھے جو ترکی النسل تھے۔

محمد ابن محمد ابن ترخان ابو نصر الفارابی ماوراء النہر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایک عیسائی طبیب اور ایک عیسائی ترجمان کے زیر نگرانی بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ اور حلب میں سیف الدولہ حمدانی کے دربار میں ایک صوفی کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ انہوں نے ۹۵۰ء میں دمشق میں تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کا فلسفہ جیسا کہ ان کے رسالوں سے ظاہر ہے جو انہوں نے ارسطو اور افلاطون پر تحریر کئے ہیں۔ ارسطونیت، افلاطونیت اور تصوف کا امتزاج ہے۔ جس نے ان کو مسلم حکماء کے بعد المعلم الثانی کا لقب عطا کیا۔ ارسطو اور دیگر یونانی فلسفیوں پر مبصرانہ تصانیف کے ساتھ ساتھ الفارابی نے نفسیات، سیاسیات اور ما بعد الطبیعات پر تصانیف بھی تصنیف کی ہیں۔ جن میں رسالہ فصوص الحکمۃ اور رسالہ

ترجمہ (از ...)
مکرم منظور احمد ... ایم۔ اے قادیان

فی آراء اہل المدینۃ الفاضلہ مایۂ ناز تصانیف ہیں۔ آخر میں الفارابی اپنی کتاب "السیاسۃ المدنیۃ" کے دوران تصنیف میں افلاطون کی "ریپبلک" اور ارسطو کی "پولیٹکس" سے مستفیض ہوئے اور اُنہوں نے ایک "مثالی شہر" کا خیال پیش کیا۔ جس کو یا انسانی جسم کی ساخت سے مشابہ تصور کرتے ہیں۔ اس میں حکمران دل سے مطابقت رکھتا ہے۔ اور جس کی معاونت کے لئے دوسرے عہدے داران وابستہ ہیں اور ان عہدیداران کی مدد ان سے کمتر درجہ کا عملہ کرتا ہے۔ اس "مثالی شہر" کا مقصد صرف شہریوں کی خوشحالی ہے اور جس کا حکمران اخلاقی اور ذہنی لحاظ سے کامل ترین شخصیت ہے۔

الفارابی کی دیگر تصانیف اُن کو ایک معقول طبیب و ریاضی دان۔ مخفی سائنس دان اور ممتاز منطقی کی حیثیت سے روشناس کراتی ہیں۔ درحقیقت وہ عرب کے عظیم مغنی تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے علوم طبیعیات کے خلاصہ میں موسیقی پر مختصراً تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر تین بڑی تصانیف بھی مدوّن کی ہیں۔ جن میں کتاب "الموسیقی الکبیر" نمایاں حیثیت رکھتی ہے روایت ہے کہ یہ اپنے مربی و سرپرست سیف الدولہ کی موجودگی میں جب بربط ہاتھ میں اُٹھاتے تو کبھی سامعین پر قہقہوں کے دورے پڑتے کبھی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور کبھی سامعین پر گہری نیند طاری ہو جاتی۔ یہاں تک کہ دربان بھی ان خواب آور نغموں سے متاثر ہو جاتے۔ قدیم نغمے جو ان کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ آج ترکی کے درویشوں کی زبان پر جاری ہیں:

الفارابی کے بعد علم موسیقی میں ابن سینا نے اپنی مایۂ ناز تصانیف سے مزید اضافے کئے۔ ابن سینا کا طبی شخصیت کے سلسلہ میں پہلے ہی تذکرہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے فلسفیانہ نظریوں میں الفارابی سے استفادہ کیا ہے۔ ابن خلکان کی دانست میں کوئی مسلمان علم فلسفہ میں الفارابی کے معیار و مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ لیکن ابن سینا نے ان کی تصانیف کے مطالعہ اور ادراک کے واضح طریق کی نقل سے اہلیت و لیاقت پیدا کر کے مسودہ تصانیف علم بندی کی تاہم یہ ابن سینا کی ہی ذات تھی جنہوں نے یونانی عقل و فراست کو کوشش تدبیر سے مدوّن کر کے تعلیم یافتہ اسلامی دنیا کے سامنے قابل فہم شکل میں پیش کیا۔

تقریباً اسلامی چوتھی صدی کے وسط پر ایک دلچسپ "فرقۂ انتخابی فلسفہ" بصرہ میں رونما ہوا۔ یہ فرقہ خفیہ مورثی نظریات سے میلان رکھتا تھا۔ اور یہ "اخوان الصفا" کے نام سے موسوم ہوا۔ غالباً اس فرقہ کی وجہ تسمیہ قمریوں کی وہ کہانی ہے جس میں پرندوں کو ایک دوسرے کی محبت و وفاداری نے انہیں شکاری کے جال سے نجات دلائی۔

اخوان جن کی ایک شاخ بغداد میں قائم تھی۔ اُنہوں نے صرف فلسفیانہ انجمن کی ہی تشکیل نہیں کی۔ بلکہ مذہبی سیاسی انجمن کو بھی تشکیل کی جو انتہا پسند شیعی نظریات کی حامل تھی۔ نیز موجودہ سیاسی نظام کی مخالف تھی وہ اس سیاسی نظام کے ذہنی توڑ اور مذہبی عقیدوں کو کمزور کر کے اس کا تختہ اُلٹ دینے کے درپے تھے۔ اس لئے ان کا کارگزاریاں اور ترکیبیں خفیہ طور پر عمل پیرا رہیں۔ ان کے کچھ مکتوبات انسائیکلوپیڈیا کی شکل میں موجود ہیں۔ ان کے اُن مخفی کارکنان کے افکار کا انکشاف کرتے ہیں۔ ان مکتوبات کی تعداد باون ہے۔ اور ان میں ریاضی، نجوم، جغرافیہ، موسیقی، اخلاقیات اور فلسفہ کو یکجا طور پر سمو دیا گیا ہے اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس دور کے مہذب انسان کو ان پر دسترس حاصل ہونا چاہیے۔ اب یہ کتابیات اوّل آخر مختلف مسلم کو بموسہ ہو کے نظر آتے ہیں۔ یہ مکتوب اس امر کا بھی انکشاف کرتے ہیں کہ عربی زبان اس وقت تک اس قابل ہو چکی تھی کہ وہ عالمانہ خیال کو بحسن و خوبی ادا کر سکے۔ امام غزالی جو اخوان کی ان تحریکات سے بعد متاخر ہوئے۔ اور حشیشین کے سربراہ رشید الدین سنان جن سے بنانے میں ان کو اپنانے کی انتہائی کوشش کی جب عظیم فلسفی شاعر ابو العلا المعری نے بغداد میں اس انجمن کی مجلس میں شرکت کی تو ابو حیان التوحیدی نے المقدسی اور المعری کو صیغہ بن شخصیت کی بدولت کی اسلام میں تشکیل کی۔ یہ اخوان کا سرگرم رکن ہیرو تھا جبکہ ان کا شاگرد رشید تھا۔

درخواست دعا

میرے دو نواسے عزیز مرزا لطیف احمد ولد ... مرزا لئیق احمد راولپنڈی سے موٹر سائیکل پر پشاور جا رہے تھے کہ ایک ٹرک کے حادثہ کے نتیجہ میں دونوں زخمی ہو گئے۔ ران کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے تا حال علیل ہیں۔ ہر دو عزیزان کی صحت کاملہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

...

قسط نمبر ۲

روس کی سیر

(از مکرم سید داؤد احمد صاحب پروپرائیٹر تجارت مہاجل ہال مظفرپور (بہار))

شام کے پانچ بجے ہم لوگوں کو انڈو سوویٹ کلچرل سوسائیٹی والوں نے بلایا تھا۔ ہم لوگ ٹھیک پانچ بجے سوسائیٹی کی عمارت میں داخل ہوئے۔ ہم لوگوں کا استقبال سوسائیٹی کی چیئرمین خاتون نے کیا۔ ان کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ اور دوسرے لوگ بھی تھے ہم لوگ ایک ہال میں لائے گئے۔ چیئرمین خاتون نے تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں پارسال ہندوستان سیر کر کے آئی ہوں۔ وہاں کی تہذیب وتمدن اور کلچر کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اب آپ لوگ یہاں تشریف لائے ہیں۔ دونوں ملکوں کو اسی طرح ایک دوسرے سے قریب آنے کی کوشش کرنی چاہیئے پھر اصغر ملک نے بھی تقریر کی۔ اس عمارت کی سیر کرائی گئی۔ ہر کمرے میں ہم لوگوں کا موسیقی سے استقبال کیا گیا۔ اس دیہاتی زندگی پر ایک فلم دکھائی گئی۔ جسے بہت پسند کیا گیا۔ ہوٹل واپس آیا۔ امجد علی صاحب کا خط ملا۔ فون پر بات ہوئی۔ کل کسی وقت آئیں گے

۲۷ ستمبر کی صبح کو ہم لوگ اسکول دیکھنے گئے۔ اسکول کی عمارت پانچ منزل کی ہے۔ اسکول کے ذہین اور محنتی بچوں کی تصویریں آنرز بورڈ پر نظر آئیں۔ مجھے مقابلہ کا یہ انداز بہت پسند آیا۔ اسکول کے پریذیڈنٹ سے ملاقات ہوئی۔ وہ ہم لوگوں کو ایک ہال میں لے گئے۔ اس جگہ آٹھویں کلاس تک تعلیم لازمی ہے۔ تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ اسکول کی زندگی میں صرف تین امتحان دینے پڑتے ہیں۔ ایک امتحان پانچویں کلاس میں دوسرا امتحان آٹھویں کلاس میں۔ تیسرا اور آخری امتحان گیارھویں کلاس میں۔ اسکول ہی میں بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا ہاسپٹل ہے۔

سوویٹ یونین میں استادوں کے کام کو انتہائی قابل ماہروں کا کام شمار کیا جاتا ہے۔ استادوں کی تنخواہیں ایک عرصہ سے برابر بڑھتی رہتی ہیں۔ پانچ سال تک درس دینے کے بعد تنخواہ کی دس فیصدی رقم انہیں بطور مزید الاؤنس کے ملتی ہے۔ ایک استاد جس کی مدت ملازمت ۲۵ سال ہو جاتی ہے۔ اسے طویل ملازمت کا بونس ملتا ہے۔ جو اس کی تنخواہ کا [illegible] فیصدی ہوتا ہے۔ یہ بونس ان لوگوں کو ملتا ہے جو ملازمت میں ہیں۔ اور انہیں بھی ملتا ہے جو یہ ملازمت چھوڑ چکے ہیں۔

دیہاتوں میں ہیڈ ماسٹروں اور استادوں کو رہائشی فلیٹ مفت ملتے ہیں اور انہیں گھر کے ساتھ چھوٹا سا زمین کا قطعہ بھی ملتا ہے۔ جسے پھلوں کے باغ یا سبزی کے کھیت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بلا استثناء تمام استادوں کو ۲ ماہ کی با تنخواہ چھٹی ملتی ہے۔ سوویت حکومت استادوں کے کاموں کی بڑی قدر کرتی ہے۔ حکومت نے جمہوریہ کا "عزت مآب استاد" کے نام سے ایک اعزازی خطاب جاری کیا ہے جو تعلیم کے میدان میں نمایاں خدمات پر یا بچوں کی پرورش و پرداخت پر دیا جاتا ہے۔ سوویٹ یونین میں استادوں کو اپنی تعلیمی قابلیت میں اضافہ کرنے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ استاد جنہوں نے ثانوی منزل تک کے استادوں کی تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ شام کی کلاس یا استادوں کے مدرسے میں داخلہ لے سکتے ہیں یا خط وکتابت کے ذریعہ اسکول سے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً تین لاکھ استاد اعلیٰ تربیت کے انسٹی ٹیوٹ میں ریفریشر کورس لیتے ہیں۔ سارے ملک میں کتب خانوں، تعلیمی تحقیق کے مراکز اور مختلف ذرائع تعلیم کی انجمنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور استادوں کے مخصوص اخبار اور کئی تعلیمی جرائد شائع کئے جاتے ہیں۔

راستے میں سڑک صاف کرنے والا موٹر دیکھا۔ شاہراہیں بہت تیزی سے صاف ہو رہی تھیں۔ الیکٹرک بس اور ٹرام دیکھے۔ مسٹر بائیکی نے بتایا کہ یہاں ہر سوویٹ شہری کو علاج کی تمام سہولتیں مع جراحی علاج کے، ہسپتال کے اندر یا اس سے باہر کے مریضوں کے شفاخانے میں مفت حاصل کرنے کا حق ہے۔ ہر خاندان کو فلیٹ ملا ہوا ہے۔ فلیٹ کا کرایہ ۳۲ روبل یعنی ۱۶ روپے ماہوار ہوا کرتا ہے۔ گیس کا ماہوار بل دو روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ فلیٹ دو کمرے ایک کچن۔ ایک غسل روم اور ایک بیڈ روم پر مشتمل ہوتا ہے۔ کچن کا فرنیچر اور گیس چولہا گورنمنٹ کی طرف سے ملتا ہے۔ گرم اور ٹھنڈے پانی کا انتظام ہے۔ کمرہ گرم کرنے کا بھی انتظام ہے [illegible] سڑک پر جا بجا [illegible] اعلا ہوٹل کے ویٹر۔ ویٹریس اور ہوسٹس کو

چار سو روبل ماہوار ملتے ہیں۔ ایک [illegible] کو [illegible] کے ڈرائیور کو گیارہ سو روبل اور گائیڈ کو ہزار روبل ملتا ہے۔ دوپہر کو ہم لوگ ماسکو یونیورسٹی دیکھنے گئے۔ یہاں کی یونیورسٹی بڑی شاندار ہے اور سوویٹ روس کی راجدھانی ہیں۔ اس یونیورسٹی کو مرکزی جگہ حاصل ہے۔ مرکزی عمارت چالیس منزلہ ہے۔ ایک عمارت اٹھارہ منزلہ اور دوسری نو منزلہ ہے۔ بہت ہی خوبصورت اور ماڈرن عمارت ہے۔ ہم لوگ ۲۸ منزل تک لفٹ سے گئے۔ اوپر بہت تیز اور سرد ہوا چل رہی تھی یعنی ٹھنڈک تھی۔ چاروں طرف پھرتا رہا۔ وہاں سے ماسکو بہت ہی خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ ماسکو یونیورسٹی "لینن ہل" پر واقع ہے۔ چالیس ہزار اسٹوڈنٹ وہاں تعلیم پا رہے ہیں۔ دو ہزار غیر ممالک کے طالب علم ہیں۔ مشرقی جرمنی کا ایک اسٹوڈنٹ یہاں اردو زبان سیکھنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے غالب کے کچھ اشعار سنائے۔

ماسکو یونیورسٹی میں بہت سے ملک کے طالب علم دیکھے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کا کوئی فرق نہیں۔ لڑکیاں لڑکوں کے دوش بدوش کام کرتی ہیں۔ طالب علموں کو وظیفہ ملتا ہے۔ پڑھنا لکھنا جاننے والوں کی قطار میں سکون سے کھڑے ہیں۔ نہ کوئی ہنگامہ نہ بدنظمی۔ کوئی اخبار پڑھ رہا ہے کوئی اپنی کتاب کھولے ہوئے ہے۔ پڑھنے کے اخراجات کچھ نہیں۔ الٹا وظیفہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھی صلاحیت رکھنے والوں کو جلد جلد ترقی کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور کام کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رہتی ہے۔ روسی دیو کی طرح محنت کرتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ چودہ منزلہ عمارت کی تکمیل کے لئے صرف ۴-۵ ماہ کافی ہیں۔ وہاں سے ہم لوگ ہوٹل آئے۔ امجد علی میرا انتظار کر رہے تھے۔ آپ اور ان کی اہلیہ ماسکو میں ۱۴ سال سے ہیں۔ مسز امجد علی ریڈیو ماسکو میں اردو اناؤنسر ہیں اور مسٹر امجد علی اورینٹل لینگوئج ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ملازم ہیں۔ ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ ان سے معلوم ہوا کہ اس ہوٹل میں بنگال اور ہندوستان کے مشہور شاعر ٹیگور بھی آ کر ٹھہرے تھے۔ ہندوستانیوں کے لئے یہ ایک تاریخی ہوٹل ہے۔

(باقی)

درخواست دعا

خاکسار امسال بی۔ اے سال دوم کا امتحان دے رہا ہے جو انشاء اللہ ۱۵ رمئی کو شروع ہوگا احباب جماعت بعد التماس دعا بابت کامیابی کے ملتجی دعا ہے۔ خاکسار عطاء المجیب راشد

ابن محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ربوہ (پاکستان)

بقیہ صفحہ ۸

متعلق کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور کے فوت ہونے پر مولوی صاحب موصوف کا حضور کے پاس آکر نہ بیٹھنا بلکہ [illegible] سے کسی نہ ہونا اس کا ثبوت ہے۔ بیٹے کے متعلق تو فرمایا کہ وہ پیارا محبوب بنے گا اور میں اس سے اندھیرا دور کر دوں گا۔ اور وہ ترقی کرے گا۔ مگر مولوی صاحب کے متعلق جواب میں فرمایا کہ اس کا طور طریق نامناسب ہے اس لئے تو اس کے متعلق نور رشد دے سکا اس کی طرف سے منہ پھیر لے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے متعلق جو شاندار وعدے دے رکھے تھے جن کو اس نے پورا بھی کر دیا اور کر رہا ہے اس نے اس سے اندھیرا دور کرنے کا وعدہ دیا ہے وہ اندھیرا کسی قسم کا ہے مخالفانہ فتنوں کا اندھیرا ہے۔ ان الہامات کا اندھیرا جن کو مولوی صاحب موصوف نے بڑے زور شور سے اپنے اک ٹریکٹ میں پیش کیا ہے۔ ایسے ہی خلاف ہجرت کا اندھیرا ہے جو مولوی صاحب قادیان سے بیٹھے اور جماعت کی ہجرت کو خدا تعالیٰ کی سخت ناراضگی قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس ہجرت کا حضور کے الہامات میں کئی جگہ ذکر ہے۔ اور ہجرت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے کہ ہم ہجرت کرنے والوں کو بڑے بڑے انعام دیں گے۔ ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا۔ قادیان سے ہجرت کے بارہ میں بھی خدا نے یہ فرما رکھا ہے کہ قادیان کا جو مال لوٹا جائے گا وہ میرا ہے میں اسے واپس دلاؤں گا۔ فرمایا:

میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔

(تذکرہ)

اسی طرح یہ بھی وعدہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کو بھی واپس دلائے گا۔ فرمایا

"وہ خدا جس نے خدمت قرآن تجھے سپرد کی ہے پھر تجھے قادیان میں دیکھا رہیگا میں اپنے فرشتوں کے ساتھ ناگہانی طور پر تیری مدد کروں گا۔ میری مدد تجھے پہنچے گی۔ ذوالجلال بلند شان والا رحمان بولا" (تذکرہ)

اگر بقول مولوی صاحب قادیان سے جماعت کا نکلنا خدا تعالیٰ کی سخت ناراضگی کے سبب ہے تو مکہ سے آنحضرت صلعم و مسلمانوں کا نکلنا کس ناراضگی کے سبب تھا۔ مولوی صاحب حفظ قرآن بھلا سکے ہیں مگر وہ ہجرت کے کوائف و اسباب و نتائج سے بے خبر محض ہیں۔ وہ ہجرت کو جو خدا تعالیٰ کے انعامات کا ذریعہ ہے عذاب و غضب الٰہی کا نتیجہ بتا رہے ہیں۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(باقی)

ہمارا اخبار — بقیہ صفحہ ۲

بال و پر نکل آتے ہیں ہم احمدیوں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور شاید ابھی دنیا بھر میں کہیں ہمارے لئے وہ وقت آیا بھی نہیں ہے۔

اس جگہ آ کر ہم کمیونسٹوں کے طریق کار پر بھی ذرا غور کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہر جگہ ہر کشش شئی پر شریعت کا لیبل لگا کر پیش کرتے ہیں۔ ایڈیٹران، مقالہ نگاروں اور افسانہ نویسوں میں سینکڑوں لوگ ان کا اعتقاد رکھنے والے ہیں مگر معمولی بلکہ بعض اوقات اوسط درجے کی تعلیم رکھنے والوں پر بھی ان کی تحریروں سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ پڑھنے والوں کا ذہن اپنے خیالات کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ہماری روزمرہ زندگی کا کوئی ایسا پہلو پیش کرتے ہیں جس سے غیر محسوس طور پر پڑھنے والے کا ذہن لکھنے والے کے مقصد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ہر جگہ اوراپنے مطلب کے لئے یہی طرز تحریر اختیار کرتے ہیں۔ اور اپنے قدر دانوں کے دل و دماغ پر وہ بہاروں سے داخل ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ طریق ہمارے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور یہ صحافتی دیانتداری کے بھی خلاف۔

مگر ہم یہ ساری باتیں محض ہماری نا سمجھی سے نازل ہوئی ہیں۔ اگر جماعت احمدیہ اپنے مارتے ہاتھوں سے صحافت کے نوک پلک درست کرنے میں لگ رہتی تو آج یہ تجربے دیکھنے نصیب ہوتے اور ادارہ صحافت پر سو وہ ہوائی اور انتشار انگیزی کا نقشہ نہ ہوتا۔ یہ افسوس کہ صحافت کا وہ بوجھ جو حضرت مسیح علیہ السلام نے ہمارے سر پر رکھا تھا ہم نے اس پورے بوجھ کے اٹھانے کی طاقت بہت جلد گنوا دی اور آج ہم محض اس کا کچھ حصہ قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اپنی خامیاں | اب جب کہ ہم اخبار بدر کی اہمیت کا ذکر کرتا ہوں تو میرا فرض ہوتا ہے کہ ان اسباب کا بھی پتہ لگاؤں جن سے اس اخبار کی دلکشی میں کمی آگئی ہے۔

فن صحافت کے اعتبار سے اخبار کا دیدہ زیب و معنی خیز ہونا ضروری ہے۔ دیدہ زیبی کا مسئلہ تو مشکل نہیں اس میں سستی دور ہو کر آسانی کا مدعا کیا جا سکتا ہے البتہ اپنی صحافت میں معنوی حسن پیدا کرنا یہ دشوار کام ہے۔ اور یہ صحافت کے اہل علم حضرات کا فرض تھا کہ وہ اس باب میں ایڈیٹر بدر کی مدد کرتے لیکن افسوس ہے کہ جماعت کے علم دوست اشخاص نے اپنے اس اخبار سے ہمیشہ بے توجہی برتی۔ اس کے نعم البدل کے طور پر حضرت سلطان القلم کی جماعت میں بہت سے اہل قلم پیدا ہو رہے ہیں وہ مسائل حاضرہ پر بہت کامیابی سے قلم اٹھا سکتے ہیں۔ مگر بہتر طریق پوری نہ ہو سکی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعض اسباب ہوں گے۔ مثلاً یہ کہ وہ دوسرے طور پر بھی جہاں تک ہو سکتے ہیں کہ افسر مقالہ نگار عام طور پر شہرت کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ ظاہر ہے کہ یہ مقصد بدر سے پورا نہیں ہوتا۔ نیز ان مقالات کی قیمت اتنی ہے۔ پھر کئی

معنوی اعانت اس غرض سے بلند ہو کر کی جا سکتی ہے۔

ادبی ذوق | فن صحافت میں ادب کو بڑا ارفع مقام حاصل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی تحریریں ادیبانہ شان و شوکت سے پیش کی ہیں۔ بسا اوقات آپ کے جملے پڑھ کر انسان وجد میں آجاتا ہے۔ احمدیہ صحافت کو اس ادب کا آئینہ دار ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں اردو ادب کے اعتبار سے بھی بعض ایسی خوبیاں ہیں جن پر آہستہ آہستہ اردو ادب کی تشکیل ہو رہی ہے۔ لیکن آج وہ باتیں نامعلوم خزانہ بن گئی ہیں۔ ادیبانہ ذوق پیش کرنے کا بہترین ذریعہ شاعری اور صحافت ہے۔ لیکن ہماری صحافت ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کا یہ استفادہ پیش کرنے سے قاصر نظر آ رہی ہے۔

غالب کا خاندان | مجھے یاد آتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ایک مرتبہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مرزا غالب خاندان ایک جگہ بسایا جائے تاکہ اردو زبان کی لطافت و خصوصیت باقی رہ سکے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے امام عالی مقام اردو زبان کو اس کی اصل خصوصیات کے ساتھ زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔

حسن کلام | بات اصل یہ ہے کہ انسان طبعاً حسن کا پرستار بنایا گیا ہے۔ اس لئے وہ بات چیت کے وقت بھی حسن کلام کی طرف راغب ہوتا ہے۔ جب اس کے سامنے مسلسل پسندیدہ الفاظ اور حسین تشبیہ و استعارے سے کام لیا جاتا ہے تو طبیعت مجبوراً اس کلام کے سننے کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ فصاحت و بلاغت قرآنی کا فلسفہ بھی یہی ہے۔

احمدیہ صحافت میں بھی حسن کلام و حسن بیان کی رعایت ضروری ہے۔ ہمیں اپنی صحافت میں وہ بانکپن پیدا کرنا چاہیئے تھا کہ سارا ملک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذوق ادب سے مانوس ہو جاتا۔ مگر ہم آج یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ ہماری صحافت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ادب کا اصل نمونہ پیش نہ کر سکی حتیٰ کہ آج مغربی پاکستان کے حلقۂ ادب میں بھی ہمارا ادبی ذوق کچھ نامانوس سا معلوم ہوتا ہے۔

حقیقی ادب | یہاں جس کی میں مانع زر دو ادب سے میری مراد قصہ گل و بلبل اور داستان کاکل و گیسو نہیں ہے۔ ہم تو دنیا سے صحافت پر ایک ایسے ادب کے ذریعہ چھانا چاہتے ہیں جس میں حسن بیان کے ساتھ ساتھ مذہبی و اخلاقی اقدار کا غلبہ ہو۔ ہم پیالے ساخت نئے الفاظ و اصطلاحات میں پیش کر سکتے ہیں۔ اپنے مقاصد و نظریات سنجیدہ پیرائے میں بیان کر سکتے ہیں اور مذہبی صحافت میں اردو ادب کے جواہر پارے بکھیر سکتے ہیں۔ اردو زبان ترقی کے دور سے گزر رہی ہے۔ اور اس میں شکست و ریخت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ہم اگر نئے اور پرانے ادب میں امتزاج کی کوشش کرتے جائیں تو ایک بہترین ادب عالم وجود میں آ سکتا ہے۔

اردو ادیبوں کا حال | اس وقت اردو ادیبوں کے، خاص طور پر ہندوستانی، کا جو حال ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ ہندوستان میں وہ بے چارے سمٹ سمٹا کر نہ گیت لکھ سکتے ہیں اور جاسوسی ناول لکھنے پر مجبور ہو گئے۔ غالب اور اقبال کے نیاز مندوں کی قدر دانوں کی کمی ہوتی جا رہی ہے۔

اور جو علمی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں انکے علمی کارناموں کی بھی بس یہی انتہا ہے کہ کسی شاعر کی شاعری اور حالات زندگی پر ایک مقالہ لکھ کر ڈگریاں لے لیتے ہیں۔ وہ اپنے کو کامیاب شاعر و مفکر بنانے کی کوشش نہیں کر سکتے۔ وہ دوسروں کے باغ سے خوشہ چینی کرتے ہیں لیکن خود کوئی ایسا باغ نہیں لگاتے جس سے دوسرے خوشہ چینی کر سکیں۔ اس کی وجہ کبھی خیالات کا افلاس اور کبھی محنت و دیدہ ریزی سے گریز ہوتی ہے لیکن اخبارات کی عمومی فرو مایگی اور مسائل حاضرہ سے بے تعلقی بھی اس کا ایک سبب ہوتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا علمی خزانہ | مگر اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے پاس جو علوم و فنون کا خزانہ اور مسلسل جدوجہد کرنے کا جذبہ ہے۔ وہ ہمیں ان تمام نقائص سے نجات دلا سکتا ہے۔ ہم اگر اپنی ابتدائی تاریخ احمدیت پر نظر کریں تو یہ تحقیق و جستجو کا ایک وسیع میدان ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی صداقت پر پچاس جلدیں اور پانچ سو دلائل لکھنے کا اعلان کیا تھا مگر آپ پانچ جلدوں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔ لیکن انہی پانچ جلدوں میں اجمال و معارف کی باتیں جامع انداز میں پیش کر دی ہیں۔ ایک احمدی محقق انکی تفصیل یہاں مرتب کر سکتا ہے پورے کا پورا علم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں مخفی پایا جاتا ہے مگر میدان تو اپنی صحافت کی ان علوم سے خزانے دیکھتے ہیں اور یقیناً یہ صحافت ترجمان بن سکتی ہے ایک شعلہ زار کی مانند کی بس ضرورت ایک فنی مہارت مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ افق صحافت پر طلوع ہونے کی ضرورت ہے۔

ایک اخبار نویس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ دنیا کے تمام علوم کا ماہر ہو لیکن ایک حد تک مطالعہ وسیع ہونا ضروری ہے۔ وہ ہر علم کی تھوڑی تھوڑی واقفیت رکھتا ہو اور حسب ضرورت اسکی تفصیلات مہیا کر سکتا ہو تو ایک مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ جماعت احمدیہ کو علمی دنیا میں یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس کا سارا ادب ایک نظام کے تحت مرتب ہوا اور بڑی آسانی کے ساتھ ضروری باتوں کی کھوج لگائی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں ایک احمدی صحافی اس دور کا بہترین صحافی بن سکتا ہے۔

مگر اخبار نویسی کی یہ خوبیاں حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جہاں ہم اپنے اخبار کو مالی تنگی سے دو چار ہونے نہیں دیتے اس کو معنوی پریشانی سے بھی بچانے کا جتن کریں۔ اس لئے اہل قلم حضرات کو جوش کے ساتھ اس اخبار کی خدمت کرنے کے لئے آگے بڑھنا چاہیئے۔ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ دور تکمیل اشاعت کا دور ہے۔ اس دور کے تمام فتنوں سے عہدہ برآ ہونے میں اخبار ہماری خوب مدد کر سکتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کیا اچھا کہا ہے

> کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو
> جب توپ مقابل ہو تو اخبار نکالو

رعایتی قیمت پر بدر کا اجراء

ایک مخلص و مخیر دوست نے کچھ رقم دے کر اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ایسے غریب مخلصین کو جو پورا چندہ اخبار بدر دینے کی استطاعت نہیں رکھتے ایک سال کے لئے نصف قیمت پر اخبار بدر جاری کر دیا جائے اس لئے بذریعہ اعلان احباب جماعت کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جو دوست اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ اپنی درخواست مقامی صدر جماعت یا مبلغ کی تصدیق سے جلد از جلد بھجوا دیں اور اس کے ساتھ ہی نصف چندہ مبلغ ۵۰/۳ روپے بھی بھجوا دیں تاکہ ان کے نام اخبار جاری کرائے جا سکیں۔ اپنا پتہ صاف مکمل اور خوشخط انگریزی میں لکھیں۔

چونکہ گنجائش محدود ہے اس لئے انہی احباب کے نام اخبار جاری ہوں گے جو پہلے درخواستیں بھجوائیں گے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

خبریں

لکھنؤ ۱۲ مئی۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے کلیو۔ بی آر یہ پر تی ندھی سبھا کی سپر کٹ شتابدی کا افتتاح کیا۔ انہوں نے اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چین حملہ سے جو سنکٹ پیدا ہوا ہے اس سے ملک کو فائدہ پہنچے گا۔ اور یہ دماغ اور اقتصادی ترقی کے شعبوں میں پہلے سے زیادہ طاقتور ہو جائے گا۔ اگر ملک کو مضبوط بنانا ہے تو پانچسالہ پلانوں میں عملدرآمد جاری رکھنا ہوگا۔ ملک کے دفاع کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعہ اقتصادی ترقی کرنا بھی ضروری ہے۔ آج چین اسلئے طاقتور ہے کہ اس نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے اگر بھارت کو مضبوط بنانا ہے تو اسے سائنس اور ٹیکنیکل شعبوں میں ترقی کرنی ہوگی بھارت کی غیر جانبداری کی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے پردھان منتری نے کہا۔ ہم نے حصول آزادی کے بعد عدم وابستگی کی پالیسی اپنانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ اس سے ہماری آزادی اور خود مختاری محفوظ رہنے کی توقع تھی۔ شری نہرو نے کہا آج دنیا ایک نازک دور سے گذر رہی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب بہت بڑا اسلحہ تصادم شروع ہو جائے۔ اور دنیا ایٹم بموں سے تباہ ہو جائے۔ چنانچہ ہمیں تمام مسائل کا جرات مندی سے سامنا کرنا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہر شعبہ میں مضبوط بنانا ہے۔

شری نہرو نے زندگی کے دھارمک پہلو کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو نجی نجات کی بجائے سارے سماج کے مرکھش کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ میں خواہ دھارمک آدمی نہیں اور ہو سکتا ہے کہ میرا زاویہ نگاہ غلط ہو۔ لیکن مذہب کا مطلب عام مذہب کہیں رسمیں ہے میں بات افسوسناک ہے کہ کئی پڑھے لکھے آدمی بھی یوگ وغیرہ کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ ہم سب کو دور جدید کے فرائض کو اچھی طرح ادا کرنا چاہیئے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں لکھا ہے کہ میں ہر یگ میں اوتار لیتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ہر یگ میں آتے ہیں یا نہیں تاہم یہ ظاہر ہے کہ ہر دور میں تبدیلی ضروری ہوتی ہے جو ہمارے فرائض کا نیا تصور بھی لاتی ہے۔

لکھنؤ ۱۳ مئی۔ لاکھوں روپیہ کی لاگت سے تیار شدہ چہار منزلہ عجائب گھر کا افتتاح کرتے ہوئے شری نہرو نے کہا کہ ایک عجائب گھر ملک کی تاریخ کا مظہر ہوتا ہے۔ اور ماضی و حال میں ایک رشتہ کا کام دیتا ہے۔ عجائب گھر کا مقصد صرف یہ نہیں کہ وہاں عجیب چیزیں رکھی جائیں بلکہ عجائب گھر کسی یاتری کے سامنے ملک کی صحیح تصویر رکھنے والے ہونے چاہیئیں عجائب گھروں کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ ملک کی ترقی کا نقشہ پیش کریں اور جو کچھ ابھی حاصل کرنا ہے اس کا عکس دکھائیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے کلچر اور دوسرے ممالک کے واقعات سے واقفیت حاصل کریں۔ ماضی میں بھارت کے دوسرے ممالک برطانیہ، روم، جنوبی ایشیا اور مشرقی ایشیا سے قریبی تعلقات تھے۔ لیکن ہم دوسرے ممالک سے الگ تھلگ رہنے کے راستہ پر چل پڑے۔ جب ہم نے اکیلا رہنا شروع کیا تو ہماری ترقی بھی محدود رہ گئی اور دوسرے ممالک ترقی کرتے رہے شری نہرو نے کہا کہ کچھ عرصہ تک تو بھارت میں یہ خیال جاری رہا کہ دوسرے دیشوں میں جانے سے دھرم بھرشٹ ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ہی ملک میں جامد ہو کر رہ گئے اور دنیا کا ہمیں کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اس عرصہ میں دنیا نے کافی ترقی کر لی۔ اور ہم پسماندہ رہ گئے۔ آج بھی اسٹیشن ہنگ میں ہمارا ٹرانسپورٹ کا ذریعہ بیل گاڑیاں ہیں۔ اس عرصہ میں دوسرے ممالک نے اپنی کتابیں مشینوں سے چھاپنی شروع کر دیں۔ اور ہم ہاتھ سے لکھنے کے پرانے طریقے پر چلتے رہے۔ انگریز کے عہد میں ہی سب سے پہلے ہمارے ملک میں بنگالی میں کتب ہی شائع ہونے لگیں۔ دوسرے ممالک نے مشینیں بنانی شروع کر دیں۔ اور ہم وہاں کے وہاں ہی رہے۔ اور جب ہمارے ملک پر حملہ ہوا تو ہم اپنی آزادی کی حفاظت نہ کر سکے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم باہر کی دنیا سے تعلق رکھیں۔ اس مقصد کے لئے عجائب گھروں کی بڑی ضرورت ہے۔ دوسرے ملکوں میں عجائب گھروں میں اس ڈھنگ سے چیزیں رکھی جاتی ہیں کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نے کس طرح قدم بقدم ترقی کی ہے اس طرح عجائب گھر انسانی ترقی کی ایک دلچسپ کہانی سناتے ہیں۔

کابل ۱۳ مئی۔ بھارت کے راشٹرپتی ڈاکٹر رادھا کرشنن کل شاہ افغانستان سے ملے اور ان کے ساتھ بین الاقوامی صورت حال اور بھارت اور افغانستان کی مشترکہ دلچسپی کے اقتصادی مسائل پر بات چیت کی۔ اس موقعہ پر وزیر اطلاعات شری گوپالا ریڈی راشٹرپتی کے سیکرٹری شری راجیشور دیال اور کابل میں متعینہ بھارتی سفیر بھی موجود تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ دونوں سربراہوں نے اندرونی ترقی کے منصوبوں اور ترقی کناں ملکوں کے عام مسائل کے متعلق بھی تبادلہ خیالات کیا۔ بھارت اور افغانستان کے دوستانہ تعلقات پر اطمینان ظاہر کیا گیا۔ بھارت کے وزیر اطلاعات شری گوپالا ریڈی کل افغانستان کے وزیر اطلاعات سید قاسم صاحب سے ملے۔ دونوں وزیروں میں یہ طے پایا کہ ثقافتی تعلقات کو مضبوط بنانے کے لئے ریڈیو کا استعمال بھی کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسے پروگرام نشر کئے جائیں گے جن سے دونوں ملکوں کے سامعین کو دلچسپی ہو۔ شری گوپالا ریڈی نے کابل ریڈیو کو بھارت کی کلاسیکل موسیقی کے کچھ ریکارڈ پیش کئے۔ اور سو ویر ممکن امداد دینے کا یقین دلایا۔

چنڈی گڑھ ۱۳ مئی۔ وزیر سول سپلائی پنڈت موہن لال نے آج چنڈی گڑھ میں اخبار نمائندوں کو بتایا کہ صوبہ میں عام طور پر غلہ کی صورت حال تسلی بخش ہے اور غلہ ملنے کے متعلق کسی خاص تکلیف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پنڈت موہن لال نے جو کہ لوکل باڈیز کے وزیر بھی ہیں بتایا کہ پنجاب میں میونسپل کمیٹیوں کے انتخابات کے سلسلہ میں ابتدائی تیاریاں کرنے کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ جن میں میونسپل حدود میں توسیع۔ میونسپل وارڈوں کی حد بندی اور انتخابی فہرستوں کی چھپائی وغیرہ بھی شامل ہے۔

کراچی ۱۳ مئی۔ صدر ایوب اور نیپال کے شاہ مہندر کی بات چیت ختم ہونے پر ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا ہے جس میں کہا ہے کہ پاکستان اور نیپال کے دونوں ملکوں کے تعلقات کو جو تقویت مل رہی ہے دونوں رہنماؤں نے اس پر اطمینان ظاہر کیا ہے انہوں نے مستقل سفارتی روابط قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ عالمی امن برقرار رکھنے کے سلسلہ میں دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ تمام مسئلے پر امن طریقہ سے حل کئے جائیں۔ اور کشیدگی کا سبب دور کیا جائے۔

پروگرام دورہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال

جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند ۱۶/۵/۶۳ تا ۱۸/۶/۶۳

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند کے عہدیداران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق مورخہ ۱۶/۵/۶۳ تا ۱۸/۶/۶۳ بغرض پڑتال حسابات و وصولی چندہ جات کے سلسلہ میں دورہ کریں گے جملہ عہدیداران جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند مندرجہ ذیل سے توقع ہے۔ کہ وہ اس سلسلہ میں مکرم انسپکٹر صاحب موصوف سے کما حقہٗ تعاون فرمادیں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

نمبر شمار	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی
۱	حیدرآباد و سکندرآباد	۱۵-۵-۶۳	۳	۱۸-۵-۶۳
۲	ظہیرآباد	۱۸	۱	۱۸
۳	شادنگر	۱۹	۱	۱۹
۴	رائچور	۲۰	½	۲۰
۵	ویدورگ	۲۰	۱	۲۱
۶	کرنول	۲۱	۱	۲۲
۷	جنتہ کنٹہ	۲۲	۲	۲۵
۸	وڈھمان	۲۵	۱	۲۶
۹	اڈکور	۲۶	۱	۲۷
۱۰	تیماپور و شوراپور	۲۷	۱	۲۹
۱۱	یادگیر	۲۹	۲	۱-۶-۶۳
۱۲	بنگلور	۲-۶-۶۳	۲	۴
۱۳	شموگہ	۴	۲	۷
۱۴	سورب	۷	½	۷
۱۵	ساگر	۷	۱	۸
۱۶	ہبلی دھارواڑ	۹	۱	۱۱
۱۷	نرسند گرامد	۱۱	۱	۱۲
۱۸	بلگام	۱۲	۱	۱۳
۱۹	باندہ	۱۳	۱	۱۴
۲۰	بمبئی	۱۵	۲	۱۸
۲۱	حیدرآباد	۱۹	-	-